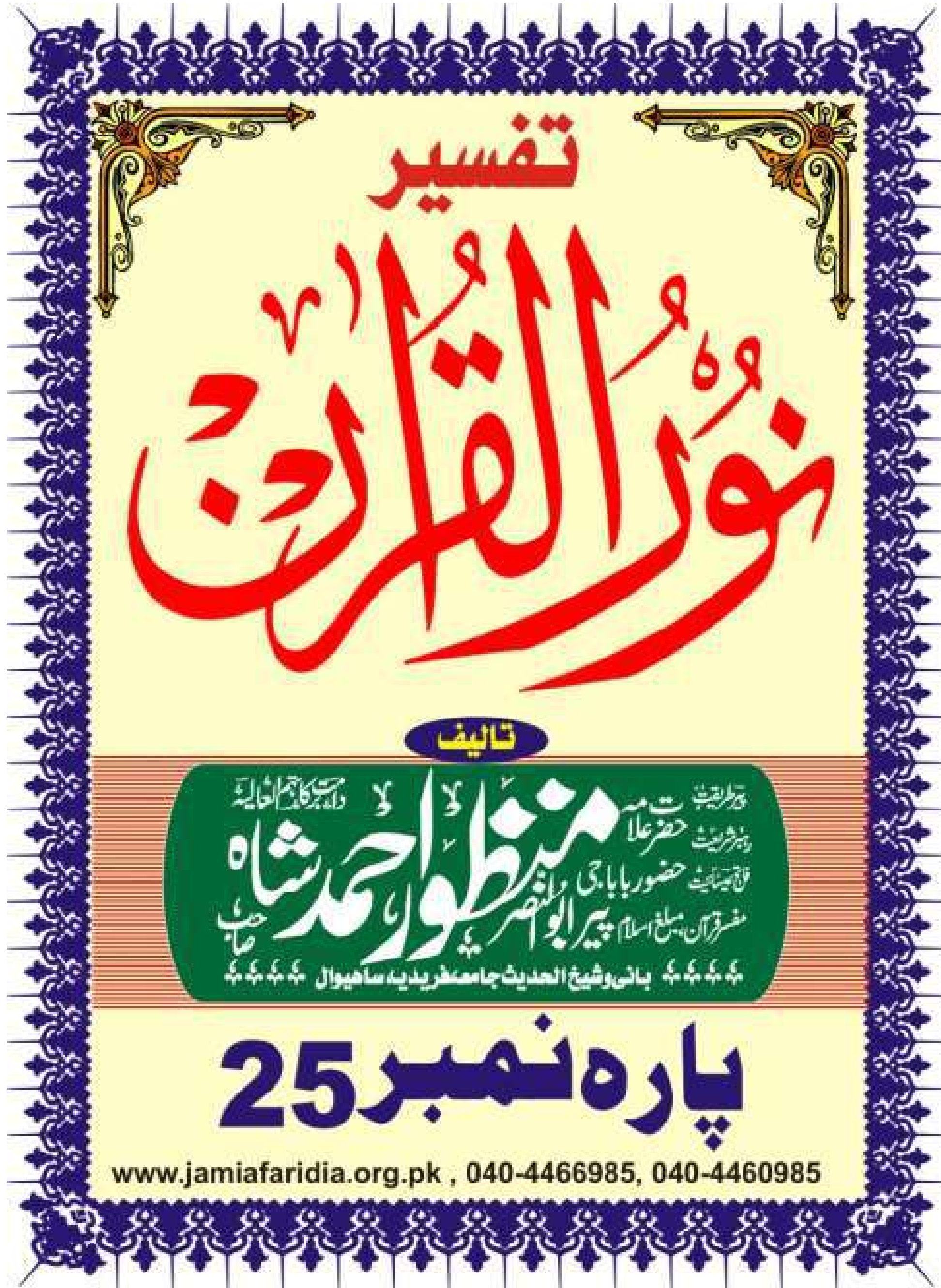

تفسیر
نورالقرآن
تالیف
پیر طریقت
رہبر شریعت
فاتح عیسائیت
مفسر قرآن، مبلغ اسلام
حضرت علامہ
حضور باباجی
پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب
دامت برکاتہم العالیہ
بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال
پارہ نمبر25
www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَیَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَكَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِیۡدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۴۸﴾ لَا یَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَیۡرِ ۫ وَاِنۡ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ﴿۴۹﴾

صدق اللہ العظیم

قیامت کا علم اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا، اور جو پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جس مادہ کو کوئی حمل ہوتا ہے اور اس کے ہاں جو بچہ ہوتا ہے ان سب کا اس کو علم ہے، اور جس دن اللہ ان سب (مشرکین) کو بلا کر فرمائے گا میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے ہم تجھے بتا چکے ہیں کہ ہم میں سے تو کوئی ان کو دیکھنے والا نہیں ہے (۴۷) اور اُن سے وہ سب گم ہو جائیں گے جن کی اس سے پہلے (دنیا میں) پرستش کرتے تھے اور وہ یہ سمجھ لیں گے کہ اب اُن کیلئے نجات کا کوئی راستہ نہیں (۴۸) انسان خیر کی دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا، اور اگر اُسے کوئی شر پہنچ جائے تو وہ مایوس اور نا اُمید ہو جاتا ہے (۴۹)

## قیامت قائم ہونے کا ذکر

اس آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ وہ کب قائم ہو گی۔ اس ارشاد میں کفار کے اس سوال کا جواب ہے جو انہوں نے کہا قیامت کی جو دھمکی دی جارہی ہے وہ آئے گی کب؟ ان کا سوال نقل کئے بغیر جواب دیا گیا ہے۔ اللہ کا یہ علم بالذات ہے، وقوع قیامت کا علم اللہ کسی کو بتادے تو اس کا یہ علم عطائی ہے جیسے حضور ﷺ نے قیامت قائم ہونے کی نشانیاں فرمادیں۔ اسی دنیا کے اندر جو واقعات رونما ہوتے ہیں جب کسی مادہ کو حمل ہوتا ہے اور اس کے ہاں جو بچہ ہوتا ہے، باغات میں پھل نکلتے ہیں اور پھول کھلتے ہیں سب چیزوں کا علم اللہ کو ہوتا ہے۔

قیامت کے دن کی کفار و مشرکین کی ایک حالت بتائی جارہی ہے اُس دن جب ان سے پوچھا جائے گا تمہارے باطل معبود کہاں ہیں؟ جنہیں میرا شریک ٹھہراتے تھے وہ انکار کریں گے اور کہیں گے ہم نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم ان کی خدائی پر گواہ بننے کو تیار نہیں، قیامت کے آنے کی تاریخ معلوم کرنے کی فکر میں کہاں پڑے ہو، فکر

اس بات کی کرو جب وہ آئے گی تو تمہیں ان گمراہیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ حدیث شریف میں ہے ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا، قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا وہ تو ضرور آئے گی تو بتا اس کیلئے تیاری کیا کی ہے؟[1]

اور اُس دن ان کے باطل معبود جن کی وہ عبادت کرتے تھے گم ہو جائیں گے اور کفار و مشرکین یقین کر لیں گے کہ اب بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا: انسان خیر کی دعا کرنے سے تھکتا نہیں، اس خیر سے مراد مال، صحت، عزت ہے اور انسان سے مراد کافر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے یہاں انسان سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، یہ معنٰی بھی کیا گیا ہے اس سے مراد ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ ہیں، ایک قول یہ بھی ہے اس سے مراد اُمیہ بن خلف ہے۔

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْۤ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

اور اگر ہم اُسے تکلیف کے بعد رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ ضرور کہے گا میں بہر صورت اس کا حق دار تھا، اور میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ قیامت قائم ہو گی، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس میری خیر ہو گی، ہم ضرور کافروں کو ان کے کاموں کی خبر دیں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۵۰) اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر ہم سے دور ہو جاتا ہے، اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو پھر لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے (۵۱) (محبوب) آپ فرما دیجئے اے کافرو! مجھے بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر

صدق اللہ العظیم

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب، مناقب عمر بن الخطاب ابی حفص القرشی، الرقم 3688 ص 12/5
علی بن حسن، (المتوفی 571ھ)، عجم ابن عساکر، باب، محمد بن محمود بن محمد بن علی بن شجاع ابو الرقا الرقم 1359، ص، 1059/2

تم اس کا انکار کرو تو کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو
اختلاف میں بہت دور نکل گیا(۵۲)

## انسان کی ناشکری کا ذکر

اس آیہ مبارکہ میں انسان کی ناشکری کا ذکر فرمایا گیا، خیر کی دعائیں کرتا تو تھکتا نہیں مگر جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس و نااُمید ہو جاتا ہے، خیر کی دعا سے مراد مال، سلطنت، رحمت کی دُعا ہے اور انسان سے مراد کافر ہے یہ کافر کی عادت ہے مومن کا انداز نہیں۔ایک قول یہ بھی ہے یہاں انسان سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے یہاں ربیعہ کے دو بیٹے عتبہ اور شیبہ ہیں، یہ بھی معنی کیا گیا ہے یہاں انسان سے مراد اُمیہ بن خلف ہے۔

آیہ مبارکہ میں ذکر ہے اگر تکلیف کے بعد سکون، امن دے دیں تو کہتا ہے: یہ تو میرا حق تھا کہ میں نیک کاموں کی وجہ سے اس کا مستحق تھا کہ اللہ میرے کاموں سے راضی تھا، وہ سمجھتا ہے کہ ان رحمتوں کا دینا اللہ کے ذمہ لازم تھا اور یہ نہیں سمجھتا کہ نعمتیں دے کر اللہ نے امتحان میں مبتلا کیا ہے کہ مصائب پر صبر ہو اور انعامات پر شکر کا اظہار ہو۔ پھر وہ کہے گا: میرا گمان نہیں تھا کہ قیامت قائم ہو گی اور میں اپنے رب کے پاس لوٹایا بھی گیا تو بے شک اس کے پاس میری خیر ہو گی، پھر فرمایا گیا: ہم کافروں کو ان کے اعمال کی خبر دیں گے یعنی سزا دیں گے انسان کی ناشکری کا ذکر فرمایا جب ہم اس پر انعام کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو بچا کر دور ہو جاتا ہے اور مصیبت کے وقت لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔ حضور ﷺ سے فرمایا: محبوب! آپ کہئے اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا ہو اور تم اس کا انکار کر رہے ہو تو اس سے بڑھ کر اور گمراہی کیا ہو گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سرسری طور پر بے سوچے سمجھے تم انکار کر رہے ہو اور بات کو سننے اور سمجھنے کی بجائے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہو اور خواہ مخواہ کی ضد میں آکر مخالفت پر تل گئے ہو یہ کوئی دانشمندی نہیں، جہالت کا یہ انداز سراسر بے وقوفی ہے، سوچو سمجھو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

بہت قریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق عالم میں بھی اور خود ان کے نفسوں میں بھی حتی کہ اُن پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ قرآن بر حق ہے، کیا (اُن کیلئے) یہ کافی نہیں کہ آپ کا رب ہر شے پر گواہ ہے (۵۳) آگاہ رہو بے شک انہیں اپنے رب سے ملاقات میں شک ہے جان لو وہ ہر شے پر محیط ہے (۵۴)

صدق اللہ العظیم

## کفار کبھی اسلام کو دبا نہیں سکتے

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا: یہ کفار و مشرکین جو قرآن مقدس کی حقانیت کا انکار کر رہے ہیں اور اسلام کے خلاف زہر اگل رہے ہیں، یہ تصور کئے ہوئے ہیں کہ شمع اسلام کو وہ بجھا سکیں گے ان کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہو گی ہم انہیں کائنات میں اور خود ان کی ذات میں ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ انہیں حق کو ماننے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہوگا اور یقین کر لیں گے کہ یہ اسلام حق ہے، انہیں کے سینے نور ایمان سے روشن ہونے لگیں گے اور خود اپنے ہاتھوں سے اپنے معبودانِ باطل کو توڑنے میں لگ جائیں گے وہ کون سی نشانیاں ہیں جن کے دکھانے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے؟ یہ کس کے علم میں تھا کہ میدان بدر میں ۳۱۳ کمزور نہتے مسلمان ایک ہزار سے زائد تجربہ کار جنگی ماہرین کو لوہے کے چنے چبا دیں گے یہ تصور ان کے ذہن میں بھی نہیں آیا تھا کہ چند مسلمان اللہ کے بھروسہ پر انہیں ڈھیر کر دیں گے اور یہ گروہ جو کچھ عرصہ پہلے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آیا یہ انہیں مار دے گا، انہیں کیا پتہ تھا کہ مسلمان مذہبی، اخلاقی، ذہنی، فکری تہذیب میں زبردست انقلاب لائیں گے، انہیں کیا خبر تھی کہ خون ریزی، بدامنی، فتنہ و فسادات کی جگہ امن، خیر و برکت چھا جائیں گے اور یہ تحریک امن دیکھتے دیکھتے عالم گیر بن جائے گی۔

ان نشانیوں میں خود اُن کے نفوس میں کہ وہ غور سے دیکھیں، اللہ نے کس طرح ان کے وجود کو بنایا، نعمتوں سے نوازا، محسن بخشا اگر وہ اپنی جانوں پر غور کریں سوچیں اور کائنات کی چھوٹی بڑی چیزوں پر غور کریں تو انہیں ماننا پڑے گا کہ جس رب قدوس کو ماننے کی قرآن دعوت دے رہا ہے اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں۔

اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور انسان کو اپنی نشانیوں کا مظہر بنایا ہے اور انسان کا نفس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مظہر ہے، انسان کی پیدائش، بچپن، جوانی، بڑھاپا، قوت، کمزوری، یہ سب حالات بتاتے ہیں کہ اس کائنات، اس کے وجود کا کوئی خالق و مالک ہے اور وہ ایک ہی ہے کئی نہیں ورنہ کائنات کا یہ نظام اس حسین ترتیب سے نہ چلتا جیسے اب چل رہا ہے، یہ اسی رب قدوس کا کرم ہے وہ کبھی بندے سے حجابات اُٹھا دیتا ہے اور وہ غور و فکر سے مطالعہ کرتا ہے تو حق کو پا لیتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا: کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں کہ ان کا رب ہر چیز پر گواہ ہے اس نے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا کر اپنی ذات و صفات سے پردے ہٹا دیئے ہیں اور انسان پر جو غفلت کے پردے پڑے تھے دور کر دیئے، حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: جب اللہ کسی چیز کیلئے تجلی فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے سامنے عاجزی کرتی ہے۔[1]

اگلی آیہ پاک میں فرمایا: شاید یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات میں شک کرتے ہیں، کیا لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرانے کیلئے یہ کافی نہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ دیکھ رہا ہے، اس کی گرفت سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے۔

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب، ماجاء فی صلاۃ الکسوف، الرقم، 1262، ص 401/1
احمد بن حنبل، (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب، حدیث النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ، الرقم 18351، ص، 295/30

# سورۃ الشوریٰ

یہ سورۂ پاک مکی ہے اس کی ۵۳ آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

مقاتلؒ کہتے ہیں: اس سورۃ کا نزول حضور ﷺ کے اعلان نبوت کے آٹھویں سال ہوا، اس کا نزول اس وقت ہوا جب مکہ والوں سے بارش روک لی گئی تھی پھر اعلان نبوت کے نو سال تک اس کا نزول جاری رہا۔ اس سورۂ شریف میں ذکر ہے اللہ نے حضور ﷺ پر وحی نازل فرمائی جیسے پہلے رسولوں پر فرماتا رہا۔ اس سورۂ پاک میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر ہے کہ وہی زمین وآسمان کا مالک ہے سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اس کی حکمت میں کوئی شک نہیں وہ جس شخص کو چاہے نبوت عطا فرما دے جیسے پہلے رسول بھی انسانوں سے آئے، ایسے ہی یہ آخری رسول حضرت محمد ﷺ بھی انسانوں سے ہیں، انسانوں میں رسول کا آنا کوئی تعجب کی بات نہیں، مشرکین جو توحید کا انکار کر رہے ہیں ان کے پاس اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کے بغیر کوئی دلیل نہیں۔

اس سورۂ پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر دلائل فرمائے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ پریشان نہ ہوں اس میں فرمایا گیا: جو لوگ اپنی آخرت سنوارنے کیلئے اچھے کام کریں گے وہ اللہ کے ہاں جزا پائیں گے۔

اس سورۃ کا نام "الشوریٰ" اس لئے ہے کہ اس میں وہ آیہ پاک ہے جس میں ذکر ہے ایمانداروں کو مشورہ سے کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے "وامرھم شوریٰ بینھم" وہ ہر کام مشورے سے کرتے ہیں۔[1]

اس سورۂ پاک میں تقسیم رزق کا بھی ذکر ہے کہ وہ کس حکیمانہ انداز سے تقسیم فرماتا ہے، اس سورۃ میں یہ فرمایا گیا ہے: تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے وہ اسلام ہے جو ہر زمانہ میں نبیوں کو دیا جاتا رہا۔ حضور ﷺ کا دین بھی وہی ہے۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

---

1 الشوریٰ 42:38

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی
الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ لَہٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ
الۡعَظِیۡمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ
فَوۡقِہِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ
وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ
الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾ صدق اللہ العظیم

حا میم (۱) عسق (یہ حروف مقطعات ہیں پیچھے کئی مقامات پر بحث ہو چکی ہے) (۲) اللہ بہت غالب اور حکمت والا ہے وہ اسی طرح آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی نازل فرماتا رہا ہے (۳) اسی کی ملکیت میں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، اور وہ بہت بلند اور بہت عظیم ہے (۴) عنقریب آسمان (اس کی ہیبت سے) اپنے اوپر پھٹ پڑیں گے اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کیلئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں، سنو! بے شک اللہ ہی بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے (۵)

## حضور ﷺ پر نزول وحی کا تذکرہ

حروف مقطعات کی بہت سی تاویلات کی گئی ہیں ان حروف سے اللہ تعالیٰ کے اسماء کی طرف اشارہ ہے، ''ح'' سے اشارہ حافظ، حلیم اور حکیم کی طرف ہے، ''م'' سے اشارہ مجید، مومن، منان کی طرف ہے، ''ع'' سے عالم، علیم کی طرف اشارہ ملتا ہے، ''ق'' سے قدیر، قادر، قدوس کی طرف اشارہ ہے۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ یہ حروف اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے یہ حروف قرآن مجید کے اسماء مبارکہ ہیں

جب حضور ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے جو کچھ میں تمہیں سناتا ہوں یہ خدا کا کلام ہے، آپ کے اسی اعلان حق نے کفار کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان پر وحی نازل ہو، کفار کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے فرمایا گیا کہ تمہارا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے کلام نہیں کرتا، تمہاری جہالت ہے، اللہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی فرماتا رہا ہے، اللہ غالب ہے

اور حکمت والا ہے، وہ جانتا ہے اس نے روح کی غذا کس طرح بھیجنی ہے جب وہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے تو اسی کو حق ہے کہ وہ انسان کیلئے کوئی سامان حیات بنادے اور کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس کا شریک بنے یا کسی کو شریک ٹھہرائے وہ سب سے زیادہ اعلیٰ ہے عظمت والا ہے۔

حضور ﷺ کے پاس وحی آنے کی کیفیت حدیث پاک سے اس طرح ملتی ہے، آپ نے عبادت کیلئے الگ تھلگ مقام 'غار حرا' کا انتخاب فرمایا، اس کے انتخاب میں یہ حکمت تھی یہ سب سے اونچا غار تھا، عام آمدورفت مشکل تھی، اس کے دروازے پر کھڑا ہو کر کعبہ کی زیارت کی جاسکتی تھی، یہ غار مشرق کی جانب تھا۔[1]

مادی آفتاب بھی مشرق سے طلوع ہوتا ہے قدرت کو منظور تھا کہ روحانی آفتاب بھی مشرق سے ہی طلوع ہو، پہلی وحی نازل ہوئی!

''اقرأ باسم ربك الذی خلق''[2]

حضور ﷺ فرماتے ہیں: کبھی کبھی میرے پاس وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی، اور کبھی میرے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا وہ مجھ سے بات کرتا۔[3]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ پر وحی سخت سردی میں جب وحی آتی تو وحی منقطع ہونے کے بعد آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا تھا۔[4]

اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت کا تقاضا تو یہ تھا کہ انسان عجز و انکساری سے اس کے رب خالق و مالک ہونے کا قائل ہو جاتا مگر اس کی سرکشی بڑھ گئی، قدرت کے معاملات پر اعتراض شروع کر دیئے اور اللہ کی صفات کا انکار کر دیا اس کی گستاخیوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑے اور یہ عذاب میں مبتلا ہوں لیکن فرشتے اپنے رب کی حمد بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کیلئے معافی مانگتے رہتے ہیں، اسی باعث عذاب ٹلا ہوا ہے اور انسانیت کی بربادی نہیں ہو رہی، اللہ بخشنے والا ہے ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب، بدء الوحی، الرقم، 3، ص، 1/7
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب، بدء الوحی ی رسول اللہ ﷺ، الرقم البقرۃ 160، ص 1/139

2 العلق، 96:1

3 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب، بدء الوحی، الرقم، 2، ص 6/1
احمد بن شعیب (المتوفی 303ھ)، سنن نسائی، باب، جامع ماجاء فی القرآن، الرقم 933، ص، 146/2

4 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب، بدء الوحی، الرقم، 2، ص، 6/1

وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہُ حَفِیۡظٌ عَلَیۡہِمۡ ۫ۖ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۶﴾ وَکَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَمَنۡ حَوۡلَہَا وَتُنۡذِرَ یَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ ﴿۷﴾

صدق اللہ العظیم

اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مددگار بنا لیا ہے اللہ ان سے خبر دار ہے اور آپ اُن کے ذمہ دار نہیں (۶) اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی میں قرآن کی وحی کی تا کہ آپ اہل مکہ اور اس کے گردونواح والوں کو (عذاب سے) ڈرائیں اور اسی طرح آپ قیامت کے دن سے ڈرائیں جس کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہو گا اور ایک گروہ دوزخ میں (۷)

## کفار کو ڈھیل اور حضور ﷺ کو تسلی دینے کا بیان

کفار و مشرکین اپنی قبیح حرکات پر مطمئن تھے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں کہہ رہے ہیں یہی حق ہے اور ان کے اس کردار کے متعلق اُن سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں ہو گی اور اپنی ظاہری زندگی، مالی حالت کو دلیل بنائے ہوئے ہیں کہ ہماری دنیا اچھی ہے اور آخرت بھی اچھی ہو گی۔ مسلمانوں کی دنیا اچھی نہیں، غربت ہے، فقر ہے، آخرت بھی ایسی ہی ہو گی، اس کا جواب فرمایا جا رہا ہے جن لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور دوست بنا لئے ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے کہ قیامت کو انہیں کسی قسم کا عذاب نہیں ہو گا، انہیں آگاہ کیا گیا ہے اللہ ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے، انہیں اپنے کئے کی سزا ہو گی۔

آیہ پاک کے اگلے حصہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب! آپ ان کی کارستانیوں سے پریشان نہ ہوں، آپ نے پوری محنت محبت سے حق کو پہنچا دیا وہ پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہے، اب آپ ان کی گمراہی کے ذمہ دار نہیں ہیں اور نہ ہی آپ سے ان کے بارہ میں کوئی باز پرس ہو گی، آپ نے اپنا کام کر دیا آپ انہیں زور و جبر کے ساتھ مومن بنانے والے نہیں، اگر اللہ چاہتا تو انہیں جبراً مسلمان کر دیتا مگر اپنی حکمت کے پیش نظر ایسا نہیں فرمایا۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے: محبوب کریم! ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن اُتارا ہے تا کہ مکہ والوں کو اور اس شہر کے قرب و جوار میں رہنے والوں کو خبر دار کر دیں۔

مکہ کو " اُم القریٰ'' فرمایا گیا کہ یہ شہر ساری بستیوں کی اصل ہے یا اس لئے "اُمّ القریٰ" فرمایا کہ مکہ ساری روئے زمین سے اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔

حضور ﷺ نے ہجرت کے وقت مکہ کو فرمایا " انك الخير ارض الله '' تو رب کی ساری زمین سے بہتر ہے۔[1]

'' ومن حولها '' سے مراد آس پاس کے عرب ممالک بھی ہو سکتے ہیں اور پوری زمین کے باسی بھی۔

فرمایا جا رہا ہے: محبوب ! آپ انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں کہ وہ دن ضرور آئے گا اس میں کسی قسم کا شک نہیں اس دن کچھ لوگ جو توحید و رسالت سے وابستہ رہے جنت میں ہوں گے اور جو توحید و رسالت کے باغی رہے جہنم میں جائیں گے۔ آیہ کریمہ میں " یوم الجمع" سے مراد یوم الحشر ہے، جس دن تمام مخلوق جمع ہو گی، ایک اور آیہ کریمہ سے بھی یہ عنوان اس طرح ملتا ہے

'' یوم یجمعکم لیوم الجمع" اس دن اللہ تمام آسمانوں اور زمینوں والوں کو جمع فرمائے گا۔[2]

یہ بھی معنی ہے کہ روحوں اور جسموں کو جمع فرمائے گا، یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کرنے والوں کو اور ان کے اعمال کو جمع فرمائے گا، یہ بھی معنی کیا گیا ہے اس دن اللہ تعالیٰ ظالم اور مظلوم کو جمع فرمائے گا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ؗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾

اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار (۸) کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کارساز بنا لئے ہیں ؟ اللہ ہی حقیقی کارساز ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے (۹)

صدق اللہ العظیم

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب، فی فضل مکۃ، الرقم 3925، ص 5/722

2 التغابن، 64:9

## اللہ تعالیٰ کی ذات ہی قادر مطلق

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جارہاہے: محبوب !آپ کفار کی ضد، ہٹ دھرمی پر پریشان نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے انسانوں کو اختیار دیا جائے پھر جو ہدایت چاہے اُسے ہدایت ملے اور جو گمراہ ہونا ہی پسند کرے وہ جائے جہاں چاہتاہے، اگر اللہ چاہتا تو انسان کو ارادہ کی آزادی سے بھی محروم بنادیتا مگر اللہ کو یہ پسند نہ تھا کہ انسان بھی عام جانوروں کی طرح بے اختیار ہو، انسان کو آزادی بخشی تا کہ حق اختیار کرے تو اپنی مرضی سے گمراہی کی طرف جائے تو اپنی مرضی سے ،جو لوگ ہدایت قبول کریں گے اللہ تعالیٰ قدم قدم پر ان کی مدد فرماتا رہے گا اور جو گمراہی میں پھنسنے کیلئے راہ اختیار کریں گے تو اللہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے گا۔ وہ ظالم ہیں اور ایسے ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ مدد گار۔

یہ لوگ کس قدر کم عقل ہیں کہ وہ خدائے قدوس جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر شے پر قادر ہے اُس خالق ومالک کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا ہے۔ وہ بت جو اپنی حالت نہیں سنوار سکتے وہ ان کفار کا بھلا کیا کریں گے ،انہیں چاہئے کہ وہ ایسی ہستی کو اپنا مالک کارساز تسلیم کریں جو اُن سے مشکلات و مصائب کھول دے۔ آیہ مبارکہ میں اللہ رب العزۃ کی اس صفت کا اظہار ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جب اللہ کسی دل پر تجلی فرماتا ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب چھپ جاتا ہے تو نفوس اس سے مر جاتے ہیں مگر یہ سعادت ان خوش نصیبوں کو ملتی ہے جو تکبر و غرور چھوڑ کر عجز و خلوص کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

'' ولوشاء اللہ '' کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو اپنی قدرت سے جبراً مومن بنا دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ قادر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض کو مومن بنادیا اور بعض کو کفر پر چھوڑ دیا، اس کے بعد فرمایا ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔ [1]

اس کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو اپنی رحمت میں داخل نہیں کیا پہلا گروہ جو اللہ کی رحمت میں داخل ہے اس کے ولی اور مدد گار ہیں وہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور اولیاء کرام ہیں جن کے وسیلہ سے انہیں نعمتیں حاصل ہوں گی اور ان کی دعائیں قبول ہوں گی اور آخرت میں ان کی شفاعت ان کے کام آئے گی ،اور کفار نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو کارساز بنالیا ہے، حقیقی کارساز تو اللہ ہے جو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور ہر شے پر قادر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الشوریٰ، 8:42

وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡهِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیۡ عَلَیۡهِ تَوَكَّلۡتُ ۖۚ وَاِلَیۡهِ اُنِیۡبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ یَذۡرَؤُكُمۡ فِیۡهِ ؕ لَیۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱۱﴾

صدق اللہ العظیم

اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف راجع کرو یہی اللہ (حاکم) ہے جو میرا رب ہے اس پر میں نے توکل کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں (۱۰) وہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تم ہی سے جوڑے بنائے اور مویشیوں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں اس میں پھیلاتا ہے اس کی مثل کوئی شے نہیں وہ (ہر بات کو) سننے والا (ہر چیز کو) دیکھنے والا ہے (۱۱)

## اللہ تعالیٰ کی ذات احکم الحاکمین ہے

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے: جس چیز میں تمہارا کوئی کسی قسم کا اختلاف ہو گا تو اس مسئلہ کو اللہ پر چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اہل حق کو جزا دے گا اور اہل باطل کو سزا۔ اس آیہ مبارکہ کے کئی معنی کئے گئے ہیں، ایک معنی یہ کیا گیا ہے جب کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو فیصلہ رسول اللہ ﷺ سے کرائیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے جب کسی شے میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ اللہ پر چھوڑ دو جیسے روح کی حقیقت کو جاننے کا مسلمانوں کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسئلہ اختلافی صورت پیدا کرے تو اہل ذکر علم و فضل والوں سے پوچھ لو، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ کفار سے اختلاف ہو تو بحث نہ کرو معاملہ اللہ پر چھوڑ دو، یہ معنی بھی کیا گیا ہے جب کسی آیہ کی تاویل پر شبہ ہو جائے تو اپنی عقل سے تلاش نہ کرو، کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو، یہ معنی بھی کیا گیا ہے آیات متشابہات میں تاویل نہ کرو، اس کی مراد اللہ پر چھوڑ دو یہ معنی نہیں کہ ہر مسئلہ قرآن پر چھوڑ دو اس معنی میں تو حدیث اجماع اور قیاس سارے ختم ہو جائیں گے (معاذ اللہ)

اگر کوئی مسئلہ قرآن و حدیث سے نہیں مل سکا تو اہل علم و فضل اپنی رائے سے اجتہاد کر کے مسئلہ بیان کر دیں، تو اس کا جواز اس حدیث سے ملتا ہے، حضور ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا تم فیصلہ کس طرح کرو گے؟ عرض کی: کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ عرض کی:

پھر سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ سنت رسول اللہ میں بھی نہ ہو تو؟ عرض کی: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ کو یہ توفیق عطا فرمائی ہے۔[1]

کسی بھی مسئلہ کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کرنے کا معنی یہ ہے کہ اپنی عقل سے حل نہ کرو کہ عقل کے ساتھ وہم اور خیال کی آمیزش ہے اور شیطان انسان کی عقل میں شبہات ڈالتا رہتا ہے اور توحید میں اگر معمولی سا شبہ بھی پڑ جائے تو انسان کا دین اور ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

'' فحکمہ الی اللہ '' کے بعد فرمایا: یہ ذات گرامی جس کے سپرد تمام فیصلے کرو یہی رب میرا پروردگار ہے تمام کام اسی کے سپرد ہیں اور جب بھی کسی کام میں پریشان ہوتا ہوں تو اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور وہ مجھے کامیابی سے نوازتا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت کا اظہار فرمایا جارہا ہے، زمینوں آسمانوں کا خالق وہی خدا ہے جس نے ایک آدم علیہ السلام سے تمہاری زندگی کا ساتھی حوا کو پیدا کیا پھر اس نے انسانوں کی نسل کا انتظام ہی نہیں فرمایا بلکہ طرح طرح کے نر، مادہ جوڑے پیدا کئے کہ نسل بڑھتی رہے اس کی مانند کوئی شے نہیں کہ اُسے چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنایا جائے وہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ

آسمانوں زمینوں کی کنجیوں کا مالک وہی ہے وہ جس کیلئے چاہے رزق کھلا کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہے رزق تنگ کر دیتا ہے، بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے (۱۲) اس نے تمہارے لئے اُسی دین کو مقرر کیا ہے جس دین کی اُس نے نوح کو وصیت کی تھی اور جس (دین) کی ہم

---

1 السنن، ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ) باب، اجتھاد الرائی فی القضاء، الرقم 3592 ص 3/303
الجامع، ترمذی، محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ) باب، ماجاء فی القاضی کیف یقضی، الرقم 1327، ص 3/608

2 الشوریٰ 42: 10

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

صدق اللہ العظیم

نے آپ کی طرف وحی کی، اور جس دین کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ تم دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، جس دین کی طرف آپ مشرکین کو دعوت دے رہے ہیں وہ ان پر بہت شاق ہے (اور بھاری) اللہ ہی اس دین کی طرف چن لیتا ہے جس کو چاہے، اور اسی کو اس (دین) کی طرف ہدایت دیتا ہے (۱۳)

## خالق و رازق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ اللہ سمیع و بصیر ہے تمہارے ہر معاملہ کو دیکھتا ہے سنتا ہے اُسی نے تمہارے لئے بے شمار انعامات پیدا کئے تمہارے سکون کیلئے جوڑے بنائے، اسی کو معبود مانو۔ اس آیہ کریمہ میں بھی یہی عنوان ہے کہ آسمانوں زمینوں کے خزانوں کی کنجیاں تو اسی کے پاس ہیں (چابیوں سے مراد خزانوں پر قدرت اور اس کی حفاظت ہے رزق کی چابی اللہ پر صحیح توکل ہے اور قلب کی چابی اللہ کی صحیح معرفت ہے اور علم کی چابی تواضع ہے) وہی خالق مالک ہے جس کیلئے چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، وہی قادر مطلق ہے اگر عزت چاہتے ہو تو اسی کے دربار سے ملے گی، رزق چاہتے ہو تو اسی کے دربار سے ملے گا، بتوں کے سامنے سرنگوں ہونے سے کیا فائدہ؟ یہ تو محض رسوائی ہے ذلت ہے شرمندگی ہے کہ قادر مطلق کو چھوڑ کر بت پرستی پر لگ گئے ہو۔

اگلی آیہ کریمہ میں دین پر ثابت قدم رہنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے کہ اس دین کی تکمیل کیلئے سارے جلیل القدر انبیاء مصروف رہے، اسی دین کی تکمیل کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا تھا، ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو اسی کی نشر و اشاعت کا حکم تھا، تمام انبیاء علیہم السلام کا دین دینِ اسلام ہی رہا ہے۔

یہ عنوان ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''نحن معشر الانبیاء ابونا واحد و امھاتنا شتیٰ'' ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمارا باپ ایک ہے مائیں مختلف ہیں۔ باپ سے مراد دین ایک ہے مائیں مختلف سے مراد شریعتیں مختلف ہیں۔ [1]

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب، قول اللہ و ذکر فی الکتاب مریم، الرقم3443، ص4/167
مسلم بن حجاج (المتوفی261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب، فضائل عیسیٰ علیہ السلام، الرقم2365، ص4/1837

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو یہی حکم تھا کہ وہ اسی دین کو قائم رکھیں، حضور ﷺ سے فرمایا گیا: محبوب ! جس دین کی آپ دعوت دے رہے ہیں وہ دعوت مشرکین کو بہت ناگوار گزرتی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کو کبھی چھوڑنے کو تیار نہیں، ''اللہ یجتبی'' کے ارشاد میں فرمایا گیا ہے کبھی بندے پر اللہ کا فضل و کرم اس طرح ہوتا ہے کہ وہ بندے کو اپنے قرب اپنی محبت سے نواز لیتا ہے اور کبھی انعام کی یہ صورت ہوتی ہے۔[1]

کہ بندہ برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے اور تلاش حق میں سر گرداں رہتا ہے، خلوص نیت سے راہِ راست پر گامزن رہتا ہے آزمائش کے مرحلوں میں سر خرو ہو جاتا ہے، تو اللہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور یہ بندہ مقربین بارگاہ کی فہرست میں آجاتا ہے۔

قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں صوفیاء کہتے ہیں: جسے اللہ خود چُن لیتا ہے وہ اللہ کی مراد ہیں اور وہ انبیاء صدیقین ہیں اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر اللہ اس کی راہنمائی کرتا ہے یہ اولیاء کرام اور اس کے نیک بندے ہیں۔[2]

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور انہوں نے اس وقت تفرقہ ڈالا تھا جب ان کے پاس علم آچکا تھا اور وہ (تفرقہ) بھی باہمی سرکشی کی وجہ سے تھا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے (نزول عذاب کی) میعاد مقرر نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور بے شک جن لوگوں کو اُن کے بعد کتاب دی گئی وہ بھی اس کے متعلق اُلجھن میں ڈالنے والے شک میں ہیں (۱۴)

1 الشوریٰ، 42:13
2 تفسیر مظہری (المتوفی 1225ھ) ص 313/8

## لوگوں کی ہٹ دھرمی اور سرکشی کا ذکر

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے: لوگوں کا حق سے انحراف، سچائی سے دوری، ان کی یہ بد عملی، کسی غلط فہمی کی بناء پر نہ تھی بلکہ ان کی یہ سرکشی ان کی ہٹ دھرمی اور ضد کے پیش نظر تھی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی غرض سے الگ الگ جماعتیں بنا لیتے، اسی طرح فرقہ بندی کرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جس راہ کو اختیار کر رہے ہیں وہ گمراہی ہے اور جسے چھوڑ رہے ہیں وہی حق ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں ان کی بغاوت کا یہ راستہ انہیں بہت دور لے جائے گا اُن کی یہ بُری عادات کا تقاضا تو یہ ہے کہ انہیں برباد کر دیا جائے مگر اللہ رب العزۃ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کے باعث انہیں ایک مہلت دے دی ہے ہو سکتا ہے وہ غور کر لیں سمجھ جائیں اور حرکات سے باز آجائیں۔ اگر ان کا معاملہ ایسا ہی رہا اور وہ باز نہ آئے تو انہیں عذاب میں مبتلا کر کے برباد کر دیا جائے گا۔

اگلی آیہ کریمہ میں ان کفار کی ایک اور حرکت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ مشرکین مکہ جنہیں پہلی قوموں کی بربادی کے بعد قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب دی گئی وہ ایسی بڑی گمراہی میں مبتلا ہو گئے کہ کتاب کے نازل ہونے پر شک میں پڑ گئے کہ یہ کتاب خدا کی نازل کردہ ہے بھی یا نہیں حالانکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ یہی دین برحق ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہے لیکن محض سرکشی قائم کرنے کیلئے مخالفت کی۔ اُن کا یہ مسئلہ کہ یہ لوگ تھے کون؟ جنھوں نے مخالفت کی، بعض نے کہا ان سے مراد عرب ہیں صحیح یہ ہے، کہ اہل کتاب میں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے وہ اس کتاب کے متعلق اُلجھن میں ڈالنے والے شک میں مبتلا ہو گئے۔

''وما تفرقوا''

کے ارشاد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ پچھلی اُمتوں کے لوگوں نے اپنے اپنے انبیاء کے دین سے علیحدگی اختیار کی باوجودیکہ ان کے پاس انبیاء کے ذریعہ صراط مستقیم کا صحیح علم آچکا تھا۔[1]

1 الشوریٰ، 42:14

پہلی اُمتیں مخاطب ہوں یا اُمت محمد یہ کے کفار، دونوں کی گمراہی واضح ہے۔ان کی گمراہی کا تو یہی تقاضا تھا کہ برباد کر دئے جاتے اور صرف سیدھی راہ پر چلنے والے باقی رکھے جاتے مگر یہ فیصلہ ملتوی کر رکھا کیونکہ دین میں یہ فیصلہ کر دینے کے بعد بنی نوع انسان کی آزمائش بے معنی ہو جاتی۔

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾

صدق اللہ العظیم

اسی (قرآن) کی طرف آپ دعوت دیں اور جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسی پر مستقیم رہیں اور ان کی خواہش کی پیروی نہ کریں، اور آپ کہئے میں ان تمام چیزوں پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب میں نازل کی ہیں، اور مجھے تمہارے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں ، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا، اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے (۱۵)

## اقامت دین

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا، لوگوں نے علم کے ہوتے ہوئے فرقہ بازی بنالی، کتاب کے بارہ میں شک و شبہات میں پڑ گئے اور ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔اے محبوب کریم! آپ مخلوق خدا کو دعوت حق، اسلام قبول کرنے کی تبلیغ کرتے رہیں، آپ کی حق گوئی سے لوگ متاثر ہو کر دین کی طرف راغب ہوں گے ،دعوت حق دینے کو مزید مضبوط اس طرح فرمایا گیا محبوب ! اس عمدہ کام پر ثابت قدمی بھی ضروری ہے۔

اس عنوان کو قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اس طرح فرمایا ہے

''ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکہ''

حق مان کر اُس پر ثابت قدمی ہو تو ایسے کردار کے لوگوں پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور استقامت والوں سے کہتے ہیں، خوف کرو نہ غم اور جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ [1]

محبوب کریم! آپ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کیجئے آپ تو صرف ان احکام کی بجاآوری کریں جو آپ پر نازل ہوئے اور برملا اعلان کیجئے میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل کی ہے، آپ کے اس اعلان حق سے انسانیت کی شیرازہ بندی ہو گی، حق کا آفتاب چمکے گا، باطل سرنگوں ہو گا۔

اور آپ اعلان کیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ظلم کا خاتمہ کر دوں، تمہارے اندر عدل قائم کروں، مظلوم کی مدد کروں ظالم سے الگ رہوں، انسانوں میں تکبر و سرکشی، غرور و عناد کو مٹا دوں۔ ان کاموں کا بجالانا حضور ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ محبوب! آپ انہیں کہہ دیجئے ہمارا تمہارا پروردگار اللہ ہے اُسی کو حقیقی کارساز جانیں، ہمارے لئے ہمارے کام تمہارے لئے تمہارے کام، ہمیں نیک اعمال کا ثواب ملے گا ہمارے بُرے کاموں کی سزا ہمیں ملے گی تمہارے برے اچھے کاموں کی سزا جزا تمہیں ملے گی، تمہیں اپنے کردار کی اصلاح کرنی چاہئے کہ عذاب سے بچ سکو ہمارے تمہارے درمیان کسی بحث تکرار کی ضرورت نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اقامت دین کی فرضیت کا ذکر ہے اور اس میں تفرقہ حرام ہونے کا، اس دین سے مراد وہی دین ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک چلا آرہا ہے اس مشترک دین میں توحید و رسالت، آخرت پر ایمان اور اصول عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی پابندی ہے۔ دین میں تفرقہ کے حرام ہونے کا عنوان ابو داؤد شریف کی ایک حدیث سے اس طرح ملتا ہے

’’من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه او کما قال ﷺ‘‘

جس شخص نے جماعت مسلمین سے ایک بالشت کے بھی جدائی اختیار کی اس نے اسلام کا حلقہ عقیدت اپنے گلے سے اُتار دیا۔ [2]

---

1 حم السجدۃ، 30:30

2 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابو داؤد، باب، فی قتل الخوارج، الرقم 4758، ص 241/4
ابوبکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد، (المتوفی 235ھ)، مصنف ابن ابی شیبہ، الرقم 37154، ص 425/7
احمد بن حنبل، (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب، ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ، الرقم 21561، ص 445/35

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا " ید اللہ علی الجماعۃ " جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ آئمہ مجتہدین کے فروعی اختلاف اس تفرقہ ممنوع میں داخل نہیں۔ [1]

اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ دس خطاب ہیں، اُدع، استقم، امرت، لاتتبع، قل امنت، امرت اللہ دینا، لنا اعمالنا، لاحجہ بیننا، اللہ یجمع الیہ المصیر۔ یہ آیہ پاک مکہ پاک میں اس وقت نازل ہوئی جب جہاد کے احکام نازل نہ ہوئے تھے، احکام جہاد کی آیتوں نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ [2]

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ صدق اللہ العظیم

جو لوگ اللہ کی دعوت مقبول ہونے کے باوجود اس میں جھگڑا کرتے ہیں ان کی کٹ حجتی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور سخت عذاب ہے (۱۶) اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو نازل کیا اور میزان کو (قائم کیا) اور (اے مخاطب) تجھے کیا پتہ شاید قیامت قریب ہو (۱۷)

## اللہ کی دعوت میں جھگڑا کرنے والوں کی تردید

اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ کی دعوت مقبول ہونے کے باوجود اس میں جھگڑا کرتے ہیں، یہ یہود تھے جنہوں نے بلاوجہ جھگڑا کیا: اور کہا قرآن مجید مختلف فیہ ہے اور تورات متفق علیہ ہے انہوں نے یہ غلط کہا: توراۃ کے اندر بہت سے اختلافات موجود ہیں، انبیاء علیہم السلام جو لوگوں کو ہدایت راہنمائی کیلئے آئے، توراۃ نہیں کے متعلق ہی ایسے واقعات بتاتی ہے جو عصمت کے خلاف ہیں خدا پناہ تورات میں ایسے غلط واقعات درج ہیں جو بہر حال قابل نفرت ہیں۔ سلاطین باب ۱۱ میں سلیمان علیہ السلام کے خلاف عبارت موجود ہے کہ سلیمان اجنبی عورت سے محبت کرتا تھا (معاذ اللہ) کتاب پیدائش میں ہے: نوح نشہ میں اپنے ڈیرے پر برہنہ ہو گیا تھا (معاذ اللہ) قرآن حکیم فرماتا ہے: انبیاء تمام صالح اور نیک ہیں۔

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب، ماجاء فی لزوم الجماعۃ، الرقم 2166، ص 4/466
2 الشوریٰ، 42: 15

''کل من الصالحین''

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت صرف بنی اسرائیل کیلئے تھی جبکہ حضور کی دعوت پوری انسانیت کیلئے ہے۔[1]

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہت سے سخت احکام ہیں مثلاً گناہ کی توبہ قتل ہے، کپڑے کو نجاست لگ جائے تو کاٹنا ہے، مال غنیمت حلال نہیں، پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم نہیں، مسجد کے سوا کہیں بھی نماز جائز نہیں۔ اب سوچ لیں جس شریعت میں احکام آسان ہوں وہی شریعت راجح ہے، اندریں حالات حضور ﷺ کی شریعت پر ہی ایمان لانا واجب ہے۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کا سوال نہ کرو وہ تم کو ہرگز ہدایت نہیں دیں گے وہ خود گمراہ ہوچکے ہیں اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کیلئے کوئی چیز جائز نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کے برحق ہونے پر دلائل قائم فرمادیئے تو اسلام کے مخالفین کو قیامت کے واقع ہونے سے ڈرایا، اللہ نے میزان کو نازل کیا ہے جس میں اعمال کا وزن کیا جائے گا اور کسی کو یہ معلوم نہیں قیامت کب آئے گی۔[2]

اس لئے ہر صاحب عقل کو چاہیئے وہ اللہ کی بیان کردہ آیات پر غور و فکر کرے اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید سے منہ موڑ کر حق کی طرف آئے ورنہ خدا کے غضب اور عذاب میں مبتلا ہوگا۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

صدق اللہ العظیم

اُس کے جلد آنے کا وہی مطالبہ کرتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو (لوگ قیامت کے آنے پر) یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں، اور انہیں یقین ہے کہ وہ برحق ہے، سنو جو لوگ قیامت کے وقوع میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں (۱۸) اللہ اپنے بندوں پر بہت نرمی کرنے والا ہے وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ بہت قوت والا بے حد غلبہ والا ہے (۱۹)

---

1 الانعام،7:85

2 احمد بن حسین، (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب، حدیث جمع القرآن، الرقم 176، ص 348/1

## کفار کا قیامت میں تعجیل کا مطالبہ

آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک اور قبیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے جلد آنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھنے والے اس کے آنے سے ڈرتے ہیں۔ آیہ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کسی کام میں جلدی کرنا اچھا نہیں۔

یہی عنوان حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: اطمینان سے کام کرنا اللہ کی جانب سے ہے اور عجلت شیطان کی طرف سے ہے بعض ایسے کام ہیں جن میں شریعت مطہرہ جلدی کا حکم دیتی ہے۔ [1]

☆ توبہ کرنے میں جلدی کی جائے۔

☆ مہمان کو کھانا کھلانے میں جلدی ہو۔

☆ قرض ادا کرنے میں جلدی کی جائے۔

☆ جنازہ تیار ہو تو دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔

☆ بچی کی شادی میں جلدی بشرطیکہ موزوں رشتہ دستیاب ہو۔

فرمایا گیا: جو لوگ قیامت میں شک کرتے ہیں بڑی گمراہی میں ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے ایک شخص نے حضور ﷺ ! سے سوال کیا حضور قیامت کب واقع ہو گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی، اس نے کہا کچھ نہیں صرف اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تم جس سے محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ رہو گے۔ [2]

آیہ پاک میں فرمایا گیا جو قیامت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کے آنے سے ڈرتے ہیں، اس میں علم ویقین کی تعریف ہے اور شک کی مذمت ہے، یہ بھی پتہ چلا علم اس وقت قابل تعریف ہے جب اس کے ساتھ خوف خدا بھی ہو

---

1 اسحاق بن ابراهیم (المتوفی 238ھ)، مسند اسحاق بن راھویه ابویعقوب باب مایروی عن محمد بن قیس الرقم494ص428/1
نور الدین علی بن ابی بکر (المتوفی 807ھ)، مسند ابی یعلی الموصلی، باب سعید بن سنان عن انس بن مالك الرقم4256ص247/7
احمد بن شعیب (المتوفی 303)، السنن الکبری للنسائی، باب التثبت فی الحکم قال الله الرقم20270ص178/10

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب ماجاء فی الرجل ویلك الرقم6167ص39/8
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء ان المرء مع من احب الرقم3285ص595/4
احمد بن حنبل، (المتوفی 241ھ)، مسند احمد باب مسند انس بن مالك رضی الله عنه الرقم12013ص71/19

اور علم کے تقاضے پر عمل بھی ہو۔ابو جہل ابو لہب کو حضور ﷺ کا علم تھا کہ حضور نبی ہیں مگر خوف خدا نہ تھا وہ حضور پر ایمان نہیں لائے،فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا علم تھا مگر خدا کا خوف نہ تھا وہ آپ پر ایمان نہ لایا۔

آخری آیہ پاک میں فرمایا گیا: اللہ اپنے بندوں پر لطیف ہے، اللہ کے لطیف ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ نیکی کی توفیق دینے والا ہے اور گناہوں سے حفاظت فرمانے والا ہے۔

ابن عباسؓ اس کا معنی یہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندوں پر شفیق ہے۔

عکرمہؒ کہتے ہیں: وہ بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا ہے۔

سدیؒ کہتے ہیں: بندوں سے نرمی کرنے والا ہے۔

مقاتل کہتے ہیں: وہ نیک و بد دونوں کے ساتھ لطیف ہے کہ بدکاروں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے بھوکا نہیں مارتا۔ [1]

اس آیہ مبارکہ میں:

''اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز''

کے بارہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ایک مجرب عمل کا ذکر کرتے ہیں، جو شخص صبح کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیہ کریمہ پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا فرماتے ہیں مجرب ہے۔ [2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿٢٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا رادہ کرتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں، اور اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں (۲۰) کیا ان کیلئے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کیلئے دین کا راستہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے

1 ابوحفص سراج الدین (المتوفی 775ھ)، اللباب فی علوم الکتاب، ص 183/17

2 الشوریٰ، 42:19

يَأْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝21

اجازت نہیں دی، اور اگر (قیامت کا) فیصلہ مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، اور بے شک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے (۲۱)



## دیر آید درست آید

اس آیہ پچھلی آیہ مبارکہ سے تعلق یہ ہے پچھلی آیہ میں ارشاد ہے، کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ احسان فرمانے والا ہے، اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے: جب رب قدوس اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے تو بندوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے رب کو راضی کرنے کیلئے اپنی عاقبت کی بہتری کیلئے اچھے کام کریں اور برے کاموں سے بچیں۔ اس آیہ مبارکہ میں دنیا کے طالب اور آخرت کے طالب کا ذکر فرمایا گیا۔ آخرت کے طالب کا ذکر پہلے فرمایا گیا جس سے پتہ چلتا ہے اللہ کی بارگاہ میں آخرت کے طالب کا بہتر مقام ہے، یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مومن کی آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بہتر ہے یہ بھی پتہ چلتا ہے آخرت کے طالب کیلئے اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس کی کھیتی میں اضافہ کرتا ہے اور دنیا کے طالب کے متعلق فرمایا ہم اس کی کھیتی میں سے اس کو کچھ حصہ دیں گے۔

دنیا کا حصہ فوری تو ہے مگر نقصان ہے، آخرت کا حصہ ادھار ہے مگر اس میں زیادتی ہے اور ہمیشگی ہے دنیا کی کھیتی میں فنا ہے اور آخرت کی کھیتی میں بقاء ہے۔ اس آیہ کریمہ میں جو دنیا اور آخرت کا عنوان ہے ابوداؤد شریف کی ایک حدیث پاک سے یہ عنوان اس طرح ملتا ہے حضرت زیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جو دنیا کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو پراگندہ کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر اور تنگدستی کر دیتا ہے اور اس کو دنیا سے صرف اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا اس کیلئے مقدر کر دیا گیا ہے اور جو آخرت کا قصد کرتا ہے اللہ اس کے معاملہ کو مجتمع کر دیتا ہے اور اس کے دل میں غنا سے کر دیا ہے، اے بندے اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں دل کو مشغولیات سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہیں کروں گا۔ [1]

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجہ، باب اللھم بالدنیا الرقم 4105ص 1375/1375
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب فضل نشیر العلم الرقم 3660ص 322/3
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ اسماء الرقم 2656ص 33/5

اگلی آیہ کریمہ میں دنیااور آخرت کی کوشش کرنے والوں کے انجام کا ذکر ہے کفار کے شرکاء کا ذکر فرمایا گیااُن کے شرکاء شیاطین ہیں جنہوں نے ان کفار کو گمراہ کیا،بُرے کاموں کواچھا کر کے دکھایااس طرف مائل کیا ،شرکاء سے مراد کفار کے بت بھی ہیں جن کی صبح وشام پرستش میں لگے رہتے ہیں، ان شرکاء سے مراد مکہ کے قدیم زمانہ کے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے لوگوں کیلئے خودساختہ شریعت بنادی جس میں بتوں کی پرستش کا حکم تھا ،بتوں کو اللہ کی بارگاہ میں سفارشی قرار دیا گیا تھا کعبہ میں ننگا ہو کر طواف کرنے کا ذکر تھا،سائبہ،حام،وصیلہ بتوں کے نام پر چھوڑے گئے جانوروں کو ذبح کئے بغیر مردار کھانے کا ذکر تھا،ان کے کردار کا تقاضا تھا کہ انہیں برباد کر دیا جاتا مگر قیامت کا فیصلہ مقرر ہو چکا تھاایسے کرداروں،ظالموں کیلئے شدید عذاب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۲۲ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۲۳

صدق اللہ العظیم

آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے کئے کاموں سے ڈر رہے ہوں گے اور اُن اعمال کا عذاب ان پر نازل ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے اور ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہو گی جس کی وہ خواہش کریں گے یہی بہت بڑا فضل ہے (۲۲) یہی وہ چیز ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے آپ کہئے کہ میں اس (تبلیغ حق) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں لیتا سوا قرابت کی محبت کے اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس نیکی کے حسن کو اور بڑھادیں گے بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت قدر کرنے والا ہے (۲۳)

## ظالمین کی قیامت میں حالت زار

اس آیہ مبارکہ میں ظالموں کی اس حالت کو بیان فرمایا گیا ہے جو قیامت کے دن ہو گی کہ وہ لوگ اپنے کردار کو دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور وہ وبال ان پر واقع ہو کر رہے گا، جو دنیا میں اپنی خواہشات پر عمل کرتے رہے اور باطل لذتوں میں پڑے رہے ان پر ان کا وبال پڑے گا دنیا میں بھی مصائب ہونگے، اور آخرت میں بھی سزا بھگتنی پڑے گی، کافروں کے انجام کا ذکر کرنے کے بعد مومنوں کے انجام کا ذکر ہے۔

''والذین آمنوا''

میں ایمان داروں اور اچھے کردار کے لوگوں کا ذکر ہے کہ ان کیلئے قیامت کے دن جنتوں کے اندر باغات ہوں گے اور جو کچھ وہ چاہیں گے اپنے رب سے پائیں گے اور یہ بہت بڑا فضل ہے، یہ وہ چیز ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے، حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! آپ انہیں کہہ دیجئے میں اس دینی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوااس کے آپ میرے قریبیوں سے محبت کریں قریبیوں سے مراد رحم کی قرابت ہے، یہ عنوان سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح ملتا ہے جب قریش نے آپ کی رسالت کی تکذیب کی تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! جب تم نے میری اتباع سے انکار کر دیا تو تمہارے اندر جو میری قرابت ہے اس کی حفاظت کرو اس کی وجہ سے مجھے تنگ نہ کرو، یہ بھی معنی ہے کہ تم میری قرابت کی وجہ سے صلہ رحمی کرو۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں۔[2]

قرابت سے مراد آل محمد ہے، حضرت ابن عباس سے ہے، جب یہ آیہ پاک نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! وہ کون آپ کے قرابت دار ہیں جن سے محبت کو ہم پر لازم کیا گیا ہے، فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (رضی اللہ عنہم)۔[3]

1 سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ) المعجم الکبیر، علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس الرقم 13026 ص 254/12

2 سعید بن جبیر مشہور تابی ہے آپ نے عبادل ثلاثہ حضرت انس سے استفادہ حاصل کیا حضرت قتادہ فرماتے ہے کہ سعید تابعین میں سے بہت بڑے عالم دین تھے،

3 سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب سعید بن جبیر عن ابن عباس الرقم 12259 ص 444/11

حضور ﷺ کے اہل بیت سے محبت کے بارہ میں متعدد آیات مبارکہ ملتی ہیں، بخاری شریف کی ایک حدیث اس طرح ہے حضرت مسور بن متحرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔[1]

اہل بیت سے محبت کے عنوان سے ترمذی شریف کی ایک حدیث اس طرح ملتی ہے، حضرت اُسامہؓ بن زید فرماتے ہیں: میں ایک رات کسی کام کیلئے حضور ﷺ کے پاس گیا نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے آپ کے پاس کوئی چیز تھی میں نے عرض کی حضور! یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے اپنی چادر کھول کر دکھایا تو آپ کی گود میں حضرت حسن اور حضرت حسین تھے۔ فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔[2]

ترمذی شریف سے ایک اور حدیث پاک اس طرح ملتی حضور ﷺ نے حج میں عرفہ کے دن اس طرح ارشاد فرمایا، لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان سے وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت۔[3]

ایک اور حدیث شریف سے حضور ﷺ کا ارشاد اسی طرح ملتا ہے جسے حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں فرمایا: میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جس نے اُسے چھوڑ دیا ہلاک ہو گیا۔[4]

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا جو اللہ کی اطاعت کرے گا اللہ اس کو اس کے عمل کا پورا پورا اجر دے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب ت النبی ﷺ الرقم 2449 ص 4/1903

2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن علی بن ابی الرقم 3769 ص 5/656

ابوبکر بن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد (المتوفی 235ھ)، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما رواہ اسامۃ بن زید الرقم 163 ص 1/125 السنن

احمد بن شعیب (المتوفی 303)، الکبری للنسائی، باب ذکر قول النبی ﷺ الرقم 8471 ص 7/459

3 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ الرقم 3786 ص 5/662

سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الاوسط، باب من اسمہ عبد الرحمن الرقم 4757 ص 5/89

4 سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب بقیۃ اخبار الحسن بن علی الرقم 2637 ص 3/45

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾

صدق اللہ العظیم

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اللہ پر جھوٹ بول کر بہتان تراشا ہے؟ پس اگر اللہ چاہے گا تو آپ کے دل پر مہر لگا دے گا اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت رکھتا ہے، بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے (۲۴) وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے (۲۵) ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان (کی نعمتوں) میں اضافہ فرماتا ہے اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے (۲۶)

## کفار کی غلیظ بیانی کا رد

اس آیہ کریمہ میں کفار کی ایک غلط بیانی، الزام اور ہرزہ سرائی کا رڈ فرمایا جا رہا ہے، کفار کہتے تھے: قرآن اللہ کا کلام نہیں اور حضور جو اسے اللہ کا کلام قرار دیتے ہیں اللہ پر بہتان ہے، ان کے اس نظریہ کی تردید فرمائی گئی ہے کہ وہ ذات گرامی جو خدا کے حکم کے بغیر بات ہی نہیں کرتی۔

''وماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی''

وہ ذات وحی کے بغیر بات ہی نہیں کرتی یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرے آپ کا قلب انور تو تجلیات الٰہیہ سے ہر لحہ لبریز ہے، بھرپور ہے، آپ سے ایسی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی۔[1]

اگر یہ قرآن پاک اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا تو یہ مٹ چکا ہوتا، اسے یہ عروج نہ ملتا جو مل چکا ہے اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو ثابت رکھتا ہے اگر کسی انسانی کمزوری سے باطل کو عارضی ترقی ہو جائے تو بالآخر وہ

---

1 النجم، 53:3،4

باطل باطل ہی ہے حق نہیں ہو سکتا اگر خدانخواستہ حق کو عارضی شکست ہو تو وہ حق حق ہی ہے باطل نہیں۔
اگلی آیہ مبارکہ!

''وھوالذی یقبل التوبۃ''

میں ارشاد فرمایا گیا ہے: اگر کوئی گستاخ، نااہل حق کی راہ سے بھٹک جائے اور گمراہی کے گڑھے میں گر جائے تو اس کیلئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے مایوسی نہیں، اگر وہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہوں سے در گزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتا ہے۔[1]

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ توبہ نے کی تکمیل کیلئے کئی باتوں کا ذکر فرمایا ہے، آپ کے اس ارشاد کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا: توبہ کے مکمل ہونے کیلئے ضروری ہے گزرے گناہوں پر شرمندگی ہو۔[2]

ضروری ہے فوت شدہ فرائض کی قضا ہو، چھینا ہوا مال واپس ہو، جیسے تونے نفس کی پرورش کی ہے اسی طرح اللہ کی اطاعت سے اُسے زیر کر، بندہ جب اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو اپنی سواری سے کسی مقام پر پہنچا اور اس سواری پر اس کے کھانے پینے آرام کا سامان تھا، سواری سے اُترا اور سو گیا جب جاگا تو سواری غائب تھی شدت کی گرمی تھی پیاس سے نڈھال تھا پھر تلاش کے بعد واپس پریشان لوٹا، سو گیا اور پھر جاگا تو اس کی سواری سامان کے سمیت موجود تھی، اس بندے کو جس قدر خوشی ہوتی ہے اللہ کو بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾ صدق اللہ العظیم

اگر اللہ اپنے (سب) بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں سرکشی کرتے، لیکن اللہ جتنا چاہے رزق نازل فرماتا ہے، وہ اپنے بندوں کی مکمل خبر رکھنے والا ہے (۲۷)

1 الشوریٰ،42:25
2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ الرقم 3381ص 462/5

## رازق اللہ تعالیٰ ہے

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، امام بغوی نے حضرت خباب بن ارت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم نے بنو قریضہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع کے مال و دولت کو دیکھا تو ہمارے دلوں میں مالداری کی تمنا پیدا ہو گئی اس پر یہ آیہ اُتری، حضرت عمر بن حریث فرماتے ہیں: اصحاب صفہ میں سے بعض

حضرات نے حضور ﷺ کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مالدار بنا دے۔[1]

اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی، اگر اللہ ہر ایک کو بکثرت دولت دے دے تو وہ سرکشی اور نافرمانی کو اپنا شعار بنا لیں فسق و فجور کا بازار گرم کر دیں، فتن و فسادات کے شعلے بھڑک اُٹھیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ وہ ایک اندازہ اور مقدار کے مطابق ہر ایک کو رزق دے رہا ہے، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں: بہترین زندگی وہ ہے جو تمہیں غافل بھی نہ کرے، اور سرکش بھی نہ بنائے۔[2]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے وہ جانتا ہے کس کیلئے دولت کی کثرت تباہی کا سبب بنے گی اور کس کیلئے تنگ دستی نجات کا سبب ہو گی۔ آیہ کریمہ سے واضح ہے کہ دنیا میں دولت کی فراوانی فساد کا سبب ہے اگر دنیا میں ہر فرد پر ہر قسم کے رزق اور ہر قسم کی نعمت کی فراوانی کر دی جاتی تو انسانوں کا ایک دوسرے کے خلاف فساد حد سے بڑھ جاتا، اس لئے کہ دولت کی فراوانی کی وجہ سے نہ کوئی کسی کا محتاج ہو گا اور نہ کوئی کسی سے مرعوب ہو گا۔ اگر سب لوگ سرمایہ دار ہوتے تو صدقہ زکوۃ لینے والا کوئی نہ ہوتا اور لوگ دین حاصل کرنے کیلئے مدارس کی طرف رجوع نہ کرتے، مال کی کثرت تکبر پیدا کرتی ہے سب لوگ مغرور ہوتے، متکبر ہوتے، عجز و انکساری ختم ہو جاتی جو بندے کو خدا کے قریب کرتی ہے۔

دوسری طرف دولت مندی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جتنی دولت بڑھتی ہے اتنا ہی حرص میں اضافہ ہوتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک دوسرے کی املاک پر قبضہ جمانے کیلئے زور و زبردستی کا استعمال عام ہو جاتا، لڑائی جھگڑے حد سے بڑھ جاتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کو ہر قسم کا رزق دینے کے بجائے نعمتوں کو اپنے بندوں پر اس طرح تقسیم کیا ہے کسی کے پاس مال و دولت زیادہ ہے، کوئی صحت میں آگے ہے، کوئی حسن و جمال میں زیادہ ہے، کوئی علم و حکمت کی دولت سے مالا مال

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفیٰ 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 319/8
2 اسماعیل بن عمر (المتوفیٰ 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 206/7

ہے غرضیکہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کیلئے دوسرے کا محتاج ہے اور اسی باہمی احتیاج پر تمدن کی عمارت قائم ہے، اللہ خبیر ہے بصیر ہے وہ اندازے سے جتنا چاہتا ہے رزق اُتارتا ہے اس کے جود وعطا کا سلسلہ اس کی حکمت کا آئینہ دار ہے۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾

صدق اللہ العظیم

وہی ہے جو لوگوں کو مایوس ہونے کے بعد بارش عطا کرتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے، وہی مددگار ہے بہت حمد کیا ہوا (۲۸) اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور جانوروں کو پیدا کرنا ہے جو اس نے آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا دیئے ہیں اور وہ جب چاہے انہیں جمع کرنے پر قادر ہے (۲۹)

## اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان

اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کی مایوسی کے بعد بارش عطا کرتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے وہی کارساز ہے اور تعریف کے لائق ہے، اس آیہ پاک میں مینہ برسانے کے کرم کو ذکر فرمایا گیا کہ لوگوں کی مایوسی کے بعد بارش عطا کرتا ہے۔ ویسے تو اس کے کرم کا یہ عالم ہے جب زمین پیاسی ہوتی ہے بارش برسا دیتا ہے مگر یہاں نا اُمید ہو جانے کے بعد فرمایا گیا یہ اس طرف اشارہ ہے کبھی کبھی بارش دینے میں تاخیر کر دیتا ہے جس سے لوگ نا اُمید ہو جاتے ہیں اس سے آزمائش کے علاوہ ایک تنبیہ بھی ہے کہ بارش اور قحط سب اللہ کے قبضے میں ہے وہ جب چاہتا ہے بارش کو روک دیتا ہے تا کہ لوگ رحمت کی طرف متوجہ ہوں، رحمت کی اُمید کریں، اپنے رب سے لو لگائیں، اس قحط کے بعد ان پر عجز و انکساری کا عالم طاری ہو، پھر خدا کی رحمت انہیں نوازے۔ یہاں پر نا اُمید ہونے سے مراد اپنی تدبیروں سے نا اُمید ہونا ہے ورنہ رب کی رحمت سے نا اُمیدی تو کفر ہے۔

''ومن آیاتہ''

سے ایک اور نشانی کا ذکر فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق بھی اس کے نشانات قدرت سے ایک نشانی ہے اور جانوروں کا زمین پر پھیلا دینا بھی ایک نشانی ہے، ''دابہ'' ہر وہ شے ہے جو اپنے اختیار سے چلنے والی اور حرکت کرنے والی ہو بعد میں یہ لفظ جانوروں کیلئے استعمال ہونے لگا۔ اس آیہ میں زمینوں اور آسمانوں کی طرف نسبت کر کے بتایا گیا ہے کہ زمینوں اور آسمانوں میں بہت سی چلنے والی مخلوقات پیدا کی ہیں، زمین پر چلنے والی مخلوقات تو ظاہر ہیں، آسمانوں میں ان سے مراد فرشتے بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کوئی اور ایسی بھی مخلوق ہو جو اس وقت تک انسان کے علم میں نہ آسکی ہو۔

آیہ کریمہ کے خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے، کائنات کے اندر جو نعمتیں عمومی فائدے کی ہیں ان سے ہر شخص کو حصہ دار بنایا گیا ہے، بارش، بادل زمین و آسمان ان کی مخلوقات سب کچھ انسان کے فائدے کیلئے ہے یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾

صدق اللہ العظیم

اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کردار کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے (۳۰) اور تم روئے زمین میں کہیں پر بھی اس کو عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار (۳۱) اور اس کی نشانیوں میں سے سمندر میں رواں دواں پہاڑوں کی مانند جہاز ہیں (۳۲) اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے اور یہ (جہاز) سمندر کی سطح پر ٹھہرے رہ جائیں، بے شک اس میں ہر بڑے صابر شاکر کیلئے نشانیاں ہیں (۳۳) یا وہ چاہے تو ان (کشتیوں) کو ان لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے، اور وہ بہت سی خطاؤں سے درگزر فرمالیتا ہے (۳۴)

## دکھ اور پریشانیوں کو اللہ کی ہی ذات دور کرتی ہے

جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس شخص کو کسی لکڑی سے کوئی خراش لگتی ہے یا کوئی رگ دھڑکتی ہے یا قدم کو لغزش ہوتی ہے یہ سب اس کے گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے اور ہر گناہ کی سزا اللہ نہیں دیتا بلکہ جو گناہ اللہ معاف کر دیتا ہے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جن پر کوئی سزا دی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ تکالیف تو انبیاء کو بھی ہوئیں کیا وہ بھی گناہ کے باعث ہیں (معاذ اللہ)

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں: یہ آیہ ان لوگوں کیلئے مخصوص ہے جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں، انبیاء علیہم السلام جو گناہوں سے معصوم ہیں یا نابالغ بچے اور مجنوں جن سے کوئی گناہ نہیں ہوتا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں ان کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ اس حکم میں داخل نہیں اس کے اسباب اور حکمتیں اور ہیں۔

انبیاء پر مصیبتیں آتی ہیں وہ ان کے درجات کی ترقی کیلئے ہوتی ہیں اور صالحین پر جو مشکلات آئیں وہ ان کے امتحان کیلئے ہوتی ہیں، دیوانوں اور بچوں پر جو مشکلات آئیں وہ ان کے والدین کیلئے اجر و ثواب کا باعث ہیں بشر طیکہ وہ صبر کریں۔ کافروں اور زندیقوں پر جو مصائب آتی ہیں وہ ان کی توہین کیلئے ہوتی ہیں۔ اگلی آیہ!

''وما انتم بمعجزین''

میں مشرکین سے خطاب ہے کہ تم روئے زمین پر کہیں بھی جاؤ مجھے عاجز نہیں کر سکتے تم زمین پر کہیں بھی بھاگ کر جاؤ میری گرفت سے بچ نہیں سکتے، جن بتوں کی پرستش کرتے ہو وہ اللہ کے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔[1]

رب قدوس نے نشانات قدرت سے ایک اور نشانی کا ذکر فرمایا ہے کہ سمندر میں رواں دواں کشتیوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی نشانیاں ہیں، سمندر میں بڑے بڑے بھاری وزنی جہاز اس کے سینے پر تیرتے دکھائی دیتے ہیں، لوہے کا معمولی ٹکڑا پانی میں فوراً ڈوب جاتا ہے یہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، ہزاروں من وزنی جہاز تیرتا جارہا ہے یہ اس کی قدرت کا نشان ہے اس پر غور کرو سوچو وہ کون ذات ہے جو اتنے وزن کو تیرائے جارہی ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

1 الشوریٰ، 31:42

ایک نشانی کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اگر وہ ہوا کو روک لے تو جہاز سمندر میں ٹھہرے کے ٹھہرے رہ جائیں، اگر وہ چاہے تو کشتیوں کو لوگوں کے کردار کی وجہ سے برباد کردے۔ ان آیات مبارکہ میں فرمایا: گیا ہے کبھی اللہ تعالیٰ کشتی کو سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور کبھی ڈبو دیتا ہے، ایسے ہی کبھی انسانوں کو فتنوں میں مبتلا کر دیتا ہے کبھی بچالیتا ہے، یہ بھی فرمایا گیا کہ جو ہوائیں کشتیوں کو چلاتی ہیں ان کا کوئی محرک ہے وہ روک لے تو کشتیاں برباد ہو جائیں۔ بندوں کے شکور ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ کا بہت شکر کرنے والے ہیں اور جب بندہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اللہ کی صفت شکر سے متصف ہو جاتا ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

صدق اللہ العظیم

اور جو لوگ ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ اُن کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں (۳۵) تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کیلئے زیادہ اچھا ہے اور باقی رہنے والا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں (۳۶) اور جو لوگ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور وہ غضب کے وقت معاف کر دیتے ہیں (۳۷) اور وہ لوگ جو اپنے رب کے حکم کو مانتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، کاموں میں باہمی مشورہ کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۳۸) اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں (۳۹)

## مجرموں کے برے انجام کا ذکر

اس آیہ مبارکہ میں مجرموں کے گروہ کے انجام کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو آیات الٰہیہ میں جھگڑتے ہیں فرمایا گیا ایسے لوگوں کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں، انہیں بتایا گیا ہے جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ عمدہ ہے اور باقی رہنے والا ہے۔

''الذین آمنوا''

سے ایمانداروں کی صفات کا ذکر فرمایا گیا۔[1]

ان کی پہلی صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا:

''علی ربھم یتوکلون''

وہ ہر کام اور ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔[2]

ان کی دوسری صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے: کہ وہ کبیرہ گناہوں سے خصوصاً بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں کبیرہ گناہوں میں سبھی گناہ داخل ہیں، فواحش کو الگ ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ فواحش کا گناہ عام کبیرہ گناہوں سے زیادہ سخت بھی ہے اور یہ ایک متعدی مرض بھی ہے جس سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں۔

تیسری صفت اس طرح فرمائی: جب وہ غصہ میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں، یہ حسن اخلاق کا بہترین نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ نے مومنین کی یہ صفت فرمائی کہ وہ صرف اس پر انتقاء نہیں کرتے کہ غصے کے وقت اسی حالت پر قائم رہیں اور بدلہ کی سوچ میں گم رہیں بلکہ اپنا حق ہوتے ہوئے بھی معاف کر دیتے ہیں۔

چوتھی صفت کا اس طرح ذکر فرمایا:

''الذین استجابو''

---

1 الشوریٰ، 42:36

2 الشوری، 42:37

میں اس طرح ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے دیئے گئے حکم کو فوراً تسلیم کرتے ہیں وہ حکم ان کی طبیعت کے مطابق ہو یا مخالف، ہر حال میں تعمیل کرتے ہیں اور یہ لوگ نماز کو اس کے تمام واجبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔[1]

پانچویں صفت کا ذکر اس طرح کیا:

''وامرھم شوریٰ''

کے ارشاد سے بیان کیا ہے کہ ان کے کام آپس میں مشورے سے طے ہوتے ہیں۔[2]

بشرطیکہ شریعت مطہرہ نے کوئی خاص حکم متعین نہ کر دیا ہو جیسے سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت ملتی ہے ، فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے عرض کی: حضور! آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی مسئلہ پیش آئے جس میں قرآن پاک نے کوئی فیصلہ نہ کیا ہو اور آپ سے بھی کوئی حکم نہ ملا ہو تو ہم کیا کریں؟[3]

فرمایا میری اُمت کے عبادت گزاروں کو جمع کر لو اور آپس میں مشورہ کر کے طے کر لو کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے یہی عنوان اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اُسے ارشد امور کی طرف ہدایت فرمادے گا، یعنی اس کا رخ اسی طرف پھیر دے گا جو اس کے لئے کار خیر اور بہتر ہو۔[4]

اس طبقہ کی چھٹی صفت کا ذکر اس طرح کیا گیا:

''مما رزقناھم''

میں فرمایا گیا کہ وہ لوگ اللہ کے دئے ہوئے رزق سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔[5]

ساتویں صفت کو اس طرح فرمایا گیا:

---

1 الشوریٰ،42:37
2 الشوریٰ،42:38
3 اسماعیل بن مصطفیٰ(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص8/331
4 قاضی محمد ثناء اللہ(المتوفی1225ھ)، تفسیر مظہری ص8/328
5 الشوریٰ،42:38

جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں، حد مساوات سے تجاوز نہیں کرتے۔ تیسری صفت میں ذکر تھا کہ وہ معاف کر دیتے ہیں مگر بعض حالات ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ معاف کر دینے سے فساد بڑھتا ہو تو وہاں انتقام لینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾

صدق اللہ العظیم

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا (۴۰) اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیئے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مؤاخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں (۴۱) مواخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں ان لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے (۴۲) اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے (۴۳)

## ظلم کا بدلہ نہ لینا اور معاف کر دینا

اس آیہ کا پچھلی آیہ مبارکہ سے تعلق یہ ہے اُس میں ارشاد تھا جب کوئی نیک لوگوں سے بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں اور حد سے تجاوز نہیں کرتے، اس آیہ پاک میں ظلم کا بدلہ نہ لینے اور معاف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بدلہ نہ لینے اور معاف کر دینے کا عنوان کئی احادیث مبارکہ سے ملتا ہے، حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا۔[1]

1 الشوریٰ، 42:38

یہی عنوان حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر تھا اور اُس نے غصہ پی لیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے لوگوں کے سامنے بلائے گا اور فرمائے گا وہ جس حور کو چاہے اختیار کرے۔[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کیا قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش کو معاف فرمادے گا۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک ندا دینے والا دو بار ندا دے گا جس شخص کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے تو جس شخص نے اپنے بھائی کو معاف کر دیا ہو گا وہ اُٹھ کھڑا ہو گا۔[3]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ''[4]

حضرت ابوہریرہ[5] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ فرمایا: جو شخص طاقت کے ہوتے ہوئے معاف کر دے۔

آیہ کے آخر میں فرمایا:

اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا جس نے اپنے پر ظلم کرنے کا بدلہ لیا تو اس پر مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیں، مؤاخذہ کرنے کا جواز ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، زمین مین ناحق سرکشی کرتے ہیں ایسے

---

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب انتظار المعسر الرقم2419ص2/808
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب حدیث جابر الطویل الرقم3006ص4/2301

2 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب من کظم غیظاً الرقم4777ص4/248

3 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الاقامة الرقم2199
احمد بن حسین، (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب فصل فی ترک وفی کظم الغیظ والغو الرقم7960ص10/543

4 الشوریٰ، 42:40

5 ابوہریرہ کا اصل نام عبد الشمس تھا، قبول اسلام کے بعد حضور ﷺ آپ کا نام عمیر رکھا۔ لیکن معروف نہ ہوا حدیث کے بہت بڑے روای ہیں اور سلطان محدثین کہلاتے ہین۔ بعض روایات کے مطابق 78 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے یعنی جو لوگ ڈاکہ زنی، دہشت گردی کرتے ہیں حکومت پر لازم ہے اُن سے مؤاخذہ کرے اُن کی گرفت کرے، سزا دے۔ آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں ایک مرتبہ پھر درگزر کرنے کے صبر کرنے معاف کرنے کو اہم کام فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کی نظر میں درگزر، صبر، حوصلہ کی عظمت واضح رہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ صدق اللہ العظیم

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے بعد اس کیلئے کوئی مددگار نہیں، (اے محبوب!) آپ دیکھیں گے ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے (۴۴) آپ ان کو دیکھیں گے جب ان کو دوزخ پر اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے، اور ایمان والے کہہ رہے ہوں گے بے شک نقصان والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا، آگاہ رہو بے شک ظالم لوگ ہمیشہ کے عذاب میں ہوں گے (۴۵)

## ہدایت وضلالت اللہ کی طرف سے ہے

اس آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ جس کیلئے اللہ تعالیٰ گمراہی کو پیدا کر دے اس کا کوئی مددگار نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد کوئی اُس کو سیدھی راہ پر لے آئے، بندہ کیلئے اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا فرماتا ہے جس کو بندہ اختیار کرتا ہے، ہدایت اور گمراہی ہیں دونوں اللہ کی طرف سے لیکن کہنا یوں چاہئے ہدایت اللہ کی طرف سے ہے اور گمراہی انسان کے اپنے اختیار اور اس کے نفس کے شر کی طرف سے۔

اس کے بعد والی آیہ:

''وتری الظالمین''

میں کفار کی قیامت کے دن ایک خواہش کے اظہار کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کے دن عذاب کی شدت کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے مگر انہیں دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے وہ دوبارہ دنیا میں جا کر بھی وہی کام کریں گے جو پہلے کرتے رہے تھے۔ [1]

اگلی آیہ پاک میں کفار کی ایک اور حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے، دوزخ پر انہیں اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت سے سر جھکاتے ہوں گے اور چھپی نگاہ سے (چوری چوری) دیکھتے ہوں گے یعنی بار بار ذرا سی آنکھیں کھول کر اُسے گوشۂ چشم سے دیکھتا ہے۔

یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ذلت اور خوف کے سبب انکی آنکھوں کی بینائی کمزور ہو چکی ہو گی، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ خوف زدہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی سی پلکیں اُٹھا کر دیکھ رہے ہوں گے۔

''قال الذین آمنوا''

کے ارشاد میں فرمایا گیا: اہل ایمان جب جنت میں ان دوزخیوں کی حالت زار کا مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے ان ظالموں سے زیادہ خسارہ کس کو ہوا ہو گا جنہوں نے اپنے کو دوزخ کا ایندھن بنایا اور اپنے اہل و عیال کو بھی تباہ و برباد کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی یہ کفار ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔ [2]

آیہ مبارکہ سے ایمانداروں کی قوت نگاہ کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ وہ جنت میں رہتے ہوئے جہنمیوں کی حالت دیکھ لیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٦﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ

اور اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں جو ان کی مدد کر سکیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کیلئے کوئی سیدھی راہ نہیں ہے (۴۶) اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے

1 الشوریٰ،42:44
2 الشوریٰ،42:47

لَآ مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾

صدق اللہ العظیم

والا نہیں اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ ہو گی اور نہ انکار کی گنجائش (۴۷) پس اگر یہ انکار کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کے ذمہ تو صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے، اور بے شک ہم جب انسان کو اپنی طرف سے کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے، اور اگر ان کے گناہوں کی وجہ سے کوئی مصیبت آئے تو بے شک انسان بہت ناشکرا ہے (۴۸)

## کفار کے لیے کوئی شفیع نہیں ہو گا

آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ کفار جن بتوں کی پرستش کررہے ہیں انہیں اپنا معبود مانتے ہیں اور اپنے سارے معاملات انہیں سے ہی وابستہ رکھتے ہیں وہ بت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی شفاعت نہیں کر سکیں گے کہ اللہ جسے گمراہ کر دے اس کیلئے سیدھی راہ نہیں ہے۔

''استجیبوا''

کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ کفار سے فرمایا جارہا ہے: نہ ٹلنے والے دن (قیامت) سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ،[1] (1) یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ موت کے دن سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ، یہ دونوں دن ٹلنے والے نہیں، نہ اللہ خود ٹالے گا نہ کسی دوسرے میں اس مصیبت کے ٹالنے کی ہمت ہو گی نہ موت کے وقت ایمان لانا مفید ہے نہ قیامت کے دن عذاب دیکھ کر ایمان لانا مفید ہو گا، قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے بچ جانے کی کوئی صورت نہ ہو گی وہ اپنے کیئے کی سزا پائیں گے اس دن اگر دنیا میں کیئے گئے برے کاموں کا انکار کریں گے تو وہ بھی معتبر نہ ہو گا، کسی بد عملی کا انکار نہ کر سکیں گے، بھیس بدل کر چھپ نہ سکیں گے، کسی قسم کا احتجاج نہ کر سکیں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے: محبوب! اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ پریشان نہ ہوں ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ تو احکام کا پہنچا دینا تھا وہ آپ نے پورا کر دیا، آپ سے کوئی باز پرس نہ ہو گی کہ وہ ایمان کیوں نہ لائے؟

1 الشوریٰ، 42:47

اس کے بعد انسان کی ایک حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے: اگر ہم اسے رحمت چکھاتے ہیں تو خوش ہوتا ہے اُس کے اپنے کردار کی وجہ سے مصیبت آجائے تو ناشکرا ہے، کفار کو دنیا میں خوشحالی ملی تو خوش ہو گئے، تکبر و غرور کیا ،خدا کی نافرمانی کی، حق ماننے سے شرم محسوس کی چاہئے، تو یہ تھا کہ وہ ہماری نعمتوں پر شکر کرتا مگر وہ اکڑ گیا اور ان نعمتوں کو اپنی عقل و فکر کا نتیجہ سمجھتا ہے، جب مصیبت آتی ہے تو ہماری طرف توبہ واستغفار سے رجوع نہیں کرتا اور ہماری ساری نعمتوں کو بھول جاتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ اس مصیبت میں اس کا اپنا سارا قصور ہے اس طرح نہ خوشحالی اس کی مددگار ہوتی ہے نہ بدحالی اُسے سبق سکھاتی ہے کہ راہ راست پر آجائے۔

اس آیہ میں انسان کی کم ہمتی، سفلہ مزاجی کا ذکر ہے کہ رحمت ہو تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا، مصیبت آجائے تو ناشکری کی انتہا کر دیتا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝٤٩ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝٥٠ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٥١

صدق الله العظيم

آسمانوں اور زمینوں میں اللہ ہی کی حکومت ہے، وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، وہ جس کو چاہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے عطا کرے (۴۹) یا جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کر دے اور جس کو چاہے بانجھ (بے اولاد) رکھے وہ بے حد علم والا ہے اور بہت قدرت والا ہے (۵۰) اور کسی بشر کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ سے کلام کرے ماسوا وحی کے یا پردے کی اوٹ سے یا کسی فرشتہ کو بھیج دیتا ہے وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وہ وحی کرے بے شک وہ بہت بلند ہے وہ بے حد حکمت والا ہے۔ (۵۱)

## ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے

ان آیت مبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ کائنات کی ہر شئ اس کے قبضہ قدرت میں ہے جس کو چاہے جتنا چاہے دیدے اور کسی کو نعمت سے محروم کر دیا تو اسے کوئی اور دینے والا نہیں اور نہ ہی خدائے قدوس کو اپنے پر کوئی مجبور کر سکتا ہے ،انعامات کی عطا میں اولاد کا دینا ذکر فرمایا گیا جس سے پتہ چلتا ہے اولاد اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہیں صرف بیٹیاں عطا کرتا ہے وہ لوگ بیٹوں کیلئے ترستے ہیں کچھ لوگ وہ ہیں، جنہیں بیٹے دیئے جاتے ہیں وہ بیٹیوں کی اُمید رکھتے ہیں، کچھ ایسے لوگ ہیں جو بانجھ ہیں اولاد پیدا ہونے کی صلاحیت ہی نہیں، کچھ ایسے ہیں جنہیں بیٹے بیٹیاں دونوں قسمیں مل جاتی ہیں۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا مشاہدہ ہوتا ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے ذکر کے بعد ضابطہ قدرت فرمایا کہ اُسے ہر چھوٹی بڑی شی بنانے پر قدرت ہے وہ جو چاہے جب چاہے پیدا کرے انسان کے پیدا کرنے میں کسی کے ارادہ اختیار علم کو قطعی دخل نہیں ۔کسی کا دخل تو کیا ہو گا خود ماں باپ جو اس کی پیدائش کا ظاہری طور پر سبب ہیں ،اُنہیں بھی قطعی کسی قسم کا علم نہیں، تخلیق میں دخل ہونا تو بہت دُور کی بات ہے ،بچہ کی ولادت سے پہلے ماں کو بھی کچھ خبر نہیں ہوتی کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے ؟

ان آیات مبارکہ میں بچوں کی اقسام بیان کی گئی ہیں ،آیہ مبارکہ میں لڑکیوں کا ذکر پہلے لڑکوں کا بعد میں، اسی آیہ کریمہ کے اشارہ سے حضرت واثلہؓ بن اسقع نے فرمایا: جس عورت کے بطن سے پہلے لڑکی پیدا ہو وہ مبارک ہوتی ہے [1]

بعض لوگ بچی کی پیدائش پر غمگیں ہو جاتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بچی کی نعمت کو بچے سے پہلے ذکر کیا ہے ۔ایسے کوتاہ بین ماں باپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے حضور ﷺ کے گھر پہلے بیٹی ہی پیدا ہوئی، حضرت واثلہ بن اسقع کی روایت ہے کہیں زیادہ حوصلہ اس میں ہے کہ بیٹی والے والدین کو حضور ﷺ کی سنت نصیب ہو رہی ہے۔ [2]

---

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی ، باب سورۃ الشوریٰ 50:49ص 48/16

2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی ، باب 16: 48:49/ 48

### اگلی آیہ پاک

''وماکان لبشر''

میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں، اس آیہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: یہود نے حضور ﷺ سے کہا: اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ اللہ سے کلام کیوں نہیں کرتے اور اللہ کی طرف دیکھتے کیوں نہیں؟ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا تھااور اسکی طرف دیکھا۔[1]

اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں فرمائیں پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ وحی فرمائے، دوسری یہ کہ پردہ کی اوٹ سے کلام فرمائے، تیسری یہ کہ فرشتہ کے ذریعہ سے پیغام بھیجے۔

وحی کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں: کلام کو سننا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے سنا،فرشتہ کی رسالت کے واسطہ وحی کا موصول ہونا،وحی کو دل میں القا کیا جائے، حضور ﷺ پر وحی کی متعدد صورتیں ہیں، نیند میں کچھ دکھادیا جائے، گھنٹی کی آواز کی مثل میں وحی آئے، قلب انور پر القاء کر دیا جائے۔[2]

فرشتہ انسان کی شکل میں حاضر ہو، جبریل اپنی اصلی صورت میں حاضر ہو، بیداری میں پردہ کی حالت میں بات ہو۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

اوراسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف (قرآن کی) وحی کی، اس سے پہلے آپ (از خود) یہ نہیں جانتے تھے کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنادیا، جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں ہدایت دیتے ہیں، اور بے شک آپ ضرور سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہیں(۵۲) اللہ کی راہ کی طرف جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز کا مالک ہے، آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹتے ہیں (۵۳)

صدق اللہ العظیم

---

1 الشوریٰ،42:51

2 الموسوعة القرآنية،584/8

## آپ کی طرف روح کی وحی کی

اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے: ہم نے آپکی طرف روح کی وحی کی۔ روح سے مراد قرآن مقدس ہے جس طرح روح جسم کی حیات کا سبب ہے اسی طرح قرآن مقدس دل کی حیات کا سبب ہے ،اس آیہ مبارکہ سے بعض لوگوں کو اشکال ہوا کہ نزول قرآن سے پہلے آپ کو پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔

مفسرین کرام نے اس اشکال کے کئی جواب دیئے ہیں جنہیں طوالت کے پیش نظر نقل نہیں کیا جارہا، اس اشکال کا جواب آیہ مقدسہ میں سے ہی مل رہاہے، ارشاد ہے

''ماکت تدری۔۔''ماکنت تعلم''

نہیں درایت اور شیٔ ہے علم اور ہے، یہاں درایت کی نفی ہے علم کی نہیں۔[1] (1)

درایت کا معنی اپنی عقل سے کسی چیز کو جاننا یعنی نزول قرآن سے پہلے از خود نہیں جانتے تھے کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ ہاں اللہ کے بتلانے سے آپ پہلے ہی اپنی رسالت کو جانتے تھے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے اعلان نبوت سے پہلے مجھ پر سلام پڑھا کرتا تھا میں اسکو اب بھی پہچانتا ہوں۔[2]

درایت کا معنی محض اپنی عقل سے کسی چیز کو جاننا ہے۔ علامہ آلوسی کا معنی بہت واضح ہے فرماتے ہیں آپ حیلہ اور تکلف سے یعنی از خود نہیں جانتے کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے ،ہاں اللہ کی وحی اور اس کی تعلیم سے جانتے ہیں کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے۔ ہم نے اس کتاب کو نور بنادیا ہے جس سے ہم اپنے بندوں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں۔ محبوب! آپ بے شک صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں یہ ہدایت اللہ کے راستہ کی ہے جو زمینوں آسمانوں کا مالک ہے اور اللہ کی طرف ہی سب کام لوٹتے ہیں۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

---

1 الشوریٰ، 42:52

2 مسلم بن حجاج(المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب نفل نسب النبی ﷺ الرقم 2277ص 4/1782

# سورۂ زخرف

اس سورۂ پاک میں سات رکوع ہیں نواسی آیات ہیں۔اس سورۃ میں کئی اہم مضامین ارشاد فرمائے گئے، ایک مقام پر خصوصاًارشاد ہے لوگوں کی بدعملی نافرمانی کے باعث ان پر انتقامی کاروائی نہیں کی جائے گی۔

اس سورۂ مبارکہ میں کفار کے اس قول کا بھی رد کیا گیا ہے جو کہتے تھے جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے، ہمارا یہ نظریہ حیات بت پرستی بھی اُسی کی رضا ہے۔(معاذاللہ)اس سورۂ مقدسہ میں کفار کے اس نظریہ پر فرمایا گیا ہے جو کہتے تھے منصب نبوت کے لیے تو کسی بڑے مالدار اور صاحب ثروت شخص کا انتخاب چاہیے تھا، محمد تو غریب آدمی ہے مال و دولت سے بھی محروم ہے، قرآن حکیم کے کتاب الٰہی ہونے پر واضح دلائل دیئے گئے ہیں کہ یہی کتاب رُشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔رُشد و ہدایت کے مرکز کا ذکر کر کے مختلف انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔

اس سورۃ کا نام سورۂ زخرف ہے اسکی آیہ میں لفظ "زخرف" آیا ہے۔مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مشرکین کی حالت پر تعجب کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک مانتے ہوئے بھی بت پرستی ہے، مشرکین کے اس عقیدہ کی بھی تردید ہے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کا بھی ذکر ہے۔اُلوہیت پر دلائل ہیں، جنت کی عظمت کا ذکر ہے، قیامت کی ہولناکی کو بیان فرمایا گیا ہے کہ لوگ ڈریں اور اپنی اصلاح کریں اس سورۂ پاک میں قریش اور اہل عرب کے جاہلانہ عقائد پر تنقید کی گئی ہے، اس سورۂ پاک میں حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کیلئے تنبیہہ بھی ہے، کفار کی جاہلانہ رسموں پر تنقید کے بعد وضاحت فرمادی گئی ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں، اس کی اولاد نہیں، زمین و آسمان کا خدا ایک ہی ہے، الگ الگ نہیں ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ؕ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ﴿۵﴾ وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾

صدق اللہ العظیم

حامیم (۱) قسم ہے اس کتاب کی جو وضاحت کرنے والی ہے (۲) بے شک ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنا دیا تاکہ تم سمجھ سکو (۳) بے شک یہ لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند مرتبہ بہت حکمت والی ہے (۴) کیا ہم اس وجہ سے تم کو نصیحت کرنے سے اعراض کریں کہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو (۵) اور ہم پہلے لوگوں میں کئی نبی بھیج چکے ہیں (۶) اور اُن کے پاس جو نبی بھی آتا تھا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے (۷)

## قرآن مقدس کتاب ہدایت ہے

حامیم حروف مقطعات ہیں۔ بعض نے یہ معنی کیئے ہیں "حا" اللہ کی حیات پر اور میم اس کی مجد پر دلالت ہے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے ''حا'' سے مراد حنان اور "میم" سے مراد منان ہے اور یہ معنی زیادہ دل کو لگتا ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں ان کے معانی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہیں۔ قرآن مجید کو

''کتاب مبین''

فرمایا گیا کہ اس کے حروف واضح ہیں، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کی ہدایت برکت واضح ہے، اس لحاظ سے بھی مبین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام حلال وحرام وضاحت سے ملتے ہیں۔ [1]

قرآن مقدس کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ سکو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ عربی زبان میں اس لیے نازل کیا گیا کہ آسمان والوں کی زبان عربی ہے۔

---

1 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، 214/5

یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ تم غور کر سکو اس معنی میں عربی عجمی سب سے آگئے، قرآن مقدس کی دوسری صفت اس طرح بیان فرمائی کہ یہ کتاب لوح محفوظ میں ہمارے نزدیک بہت بلند اور حکمت والی ہے بلند مرتبہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ بہت محکم ہے اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں، یہی عنوان قرآن مقدس میں دوسری جگہ پر اس طرح ملتا ہے۔

''انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون''[1]

ایک اور مقام پر اس طرح ہے

''بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ''[2]

''افنضرب''[3]

کے ارشاد سے یہ وضاحت ہے کیا ہم نیکی کا حکم نہ دیں،

اور برائی سے منع نہ کریں یا تمہارے کفر پر آخرت کے عذاب کا ذکر نہ کریں، محض اس لئے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو، یہاں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ مبلغ کو مایوس ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے، اُسے چاہئے کہ تبلیغ کا کام جاری رکھے اس بناء پر تبلیغ نہ چھوڑے کہ وہ بے حد بے دین ہیں۔

''افنضرب''[4]

کے ارشاد میں یہ بھی اشارہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار فرماتا ہے کہ ناشکروں نااہلوں کو بار بار ہدایت کی توجہ دلاتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

---

1 الواقعۃ،56:77:78

2 الطارق،86:21:22

3 الزخرف،43:5

4 الزخرف،43:5

فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ
الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ
بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ
تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ صدق اللہ العظیم

پس ہم نے انہیں ہلاک کر ڈالا جو اُن سے زیادہ طاقتور تھے اور پہلے لوگوں کا حال گزر چکا (۸) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو کہیں گے انہیں زبردست علم والے نے پیدا کیا (۹) جس نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنائے کہ تم اپنی منزل پر پہنچ سکو (۱۰) اور جس نے آسمان سے پانی اندازہ کے مطابق اتارا، پس ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تمہیں بھی (قبروں سے) نکالا جائے گا (۱۱)

## کفار کو انعامات الٰہیہ کے ذریعے حق کی دعوت

پچھلی آیہ مبارکہ سے ربط یہ ہے پچھلی آیہ میں ارشاد تھا کہ ہم نے پہلی قوموں کے پاس رسول بھیجے، جو انہیں حق کی دعوت دیتے تھے اور وہ قومیں انکو جھٹلاتی تھیں، مذاق کرتی تھیں، پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے، یعنی قرآن مقدس میں ان قوموں کا تذکرہ کئی مرتبہ آچکا ہے اور وہ قومیں قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور بنی اسرائیل ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا: اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ کہیں گے اللہ نے پیدا کیا جو بہت غالب اور بے حد علم والا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ کفار یہ کہیں گے عزیز و علیم نے پیدا کیا ہے، انعامات کا ذکر کر کے انہیں حق کی دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا، تمہارے لیے راستے بنادیئے، زمین کو تمہارے لیے پھیلادیا کہ اس پر ٹھہر سکو بیٹھ سکو۔ متعدد راستے بھی بنادیئے کہ تم جہاں چاہو جا سکو سفر آسان ہو۔ مزید کرم کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے اتنی مقدار میں پانی نازل کیا بارش برسائی جس سے اس کے بندوں اور شہروں کو فائدہ پہنچے، بارش سے مردہ شہروں کو زندہ کرنے کے ذکر سے استدلال کیا ہے کہ جو مردہ زمینوں کو حیات بخش دیتا ہے۔ وہ تمہاری موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے اس آیہ کریمہ میں

اشارہ ہے اللہ تعالیٰ نے روح کے لیے آسمان سے ہدایت کا پانی نازل کیا اور اس سے مردہ دل کے شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بندہ کو اس کے وجود کی زمین کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے۔

جب تک ہدایت کے پانی سے مردہ دل کو زندہ نہ کر دیا جائے اس وقت تک وہ اپنے وجود کے اندھیروں سے نہیں نکل سکتا، جب تک ہدایت سے بندہ کا دل زندہ نہ ہو اس پر اللہ کے نور کا فیضان نہیں ہوتا۔ آسمان سے پانی کو اندازے کے مطابق اتارنے اور اس سے مردہ شہروں کو حیات دینے میں بھی شان کبریائی کا اظہار ہے ،اندھادُھند بارش نہیں برستی بلکہ مقدار اور اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ جس سے زمین میں شادابی ہو جاتی ہے ساتھ میں فرمایا جو اُجڑی بستی کو بسا دیتا ہے وہ انہیں قبروں سے زندہ کر کے میدان حشر میں بھی لا کھڑا کرے گا۔

وَصلَّی اللهُ تَعالیٰ علیٰ حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعلیٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾



اور جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے پیدا کیئے جن پر تم سوار ہوتے ہو (۱۲) تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سوار ہو سکو پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر سیدھے بیٹھ جاؤ اور تم یہ کہو کہ وہ ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جس نے اس (سواری) کو ہماری قدرت میں کر دیا اور ہم (خود) اس پر قادر ہونے والے نہیں تھے (۱۳) اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں (۱۴) اور انہوں نے بعض اللہ کے بندوں کو اس کا جز (حصہ) قرار دیدیا، بے شک انسان کھلا ناشکرا ہے (۱۵)

## اللہ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے

پچھلی آیات مبارکہ میں بندوں پر انعامات الٰہیہ کا ذکر ہے، یہاں بھی ایک عظیم انعام کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ اس نے تمہارے جوڑے بنائے اس سے مراد صرف مرد و عورت حیوانات و نباتات کے نرمادہ نہیں بلکہ دوسری بے شمار چیزوں کے بھی ہیں، جن کو اللہ نے ایک دوسرے کا جوڑا بنایا ہے، ایک دوسرے کا جوڑا اور ان کی باہمی کشش ہی دنیا میں عجیب عجیب کرشموں کا موجب بن رہی ہے اور دوسرے ان گنت جوڑے جو قسم قسم کی مخلوقات کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کیئے ان کی ساخت اور انکی باہمی مناسبتوں اور ان کے تعامل کو گوناگوں شکلوں اور ان کے ملنے سے پیدا ہونے والے نتائج پر اگر انسان غور کرے تو اس کا دل گواہی دے گا کہ یہ سارا نظام کائنات ایک زبردست صانع کا بنایا ہوا ہے۔

اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے جیسے ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ گوناگوں اور قسم قسم کی مخلوق پیدا کی، ذائقہ کے اعتبار سے کوئی میٹھی، کوئی ترش، رنگ کے اعتبار سے کوئی سفید کوئی سیاہ، پھر کوئی بے جان اور کوئی جان دار، کوئی نر اور کوئی مادہ۔[1]

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:[2]

ہر چیز کا اپنے مقابل سے مل کر ایک جوڑا ہے جیسے سردی گرمی، رات دن، آسمان زمین، سورج چاند، جنت دوزخ۔[3]

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اس سے مراد انسانوں کے احوال و صفات ہیں جیسے خیر شر، ایمان، کفر، تنگ دستی، وسعت، بیماری صحت۔

پھر ایک اور انعام کا ذکر فرمایا کہ تمہارے لیے کشتیاں اور مویشی پیدا کیئے جن پر سوار ہوتے ہو کہ تم ان پر بیٹھو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو اور یہ کہو کہ اللہ پاک ہے جس نے ہمارے لیے یہ چیزیں تابع بنادیں ورنہ ہم تو ان پر قابو پانے والے نہ تھے۔

---

1 محمود بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص67/13
محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، لتفسیر الرازی، ص260/27

2 حسن بصری عمر فاروق کے دور میں پیدا ہوئے عمر فاروق نے آپ کا نام رکھا آپ جواہرات کا کام کرتے تھے آخری عمر بصرہ میں گئے اور وہاں انتقال کیا۔

3 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، 217/5

سمندر میں کشتی پر سواری، بڑے بڑے طاقتور جانوروں پر سواری یہ ہمارا کرم ہے کہ وہ تمہارے تابع کر دیئے، اے اللہ! بڑے بڑے طاقتور جانوروں کے دلوں میں تو نے ہماری ہیبت ڈال دی ورنہ ہم کب اس لائق تھے کہ انہیں قابو کر لیتے مگر مشرکین کی سرکشی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے اس کے بندوں سے اس کی اولاد بنا دی، یہودیوں نے عزیز علیہ السلام کو، عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا ہے مشرکوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانا ہے (معاذ اللہ) تضاد کا یہ عالم ہے اللہ کو اس کی زمین کا خالق کہتے ہیں اور پھر اس کی بیٹیاں بھی مانتے ہیں، کافر انسان نہایت کھلا ناشکرا ہے۔

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰـكُمْ بِالْبَنِيْنَ
﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا
ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ
يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ
﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ
اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ
وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾

صدق اللہ العظیم

تو کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں بنائیں اور تمہارے لیے بیٹے خاص کر دیئے (۱۶) حالانکہ اُن میں سے کسی کو جب اس کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کے ساتھ اس نے رحمان کو متصف کیا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ پیتا رہتا ہے (۱۷) اور کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہو اور دوران بحث اپنا موقف واضح نہ کر سکے وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے ؟(۱۸) اور انہوں نے فرشتوں کو (اللہ کی بیٹیاں) قرار دیا جو رحمان کے بندے ہیں، کیا یہ لوگ ان کی پیدائش کے وقت گواہ تھے؟ انکی گواہی لکھ لی جائے گی اور عنقریب اس کے متعلق جواب طلبی ہو گی (۱۹)

## اللہ کے لیے اولاد کے بارے میں مشرکین کا رد

ان آیات مبارکہ میں مشرکین کا ردّ فرمایا گیا ہے: جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں یہ عقیدہ کئی وجوہ سے باطل ہے اگر اللہ کی اولاد ہو تو پھر دو جز ہو نگے، اللہ اس سے پاک ہے، اگر اللہ کے لیے اولاد مانی جائے تو اس کے لیے بیٹیوں کا ہونا محال ہے کہ بیٹا بیٹی سے افضل ہے، اگر اللہ نے اپنے لیے بیٹیاں بنائیں اور اپنی مخلوق کے لیے بیٹے بنائے تو لازم آئے گا کہ مخلوق خالق سے افضل ہو اور یہ محال ہے۔

اسی آیہ مبارکہ میں بیٹی کے ناقص ہونے کی دلیل فرمادی گئی کہ جب کسی کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے گھر سے باہر چلا جاتا ہے، بیٹی کو زندہ در گور کر دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ بیٹی کی وجہ سے یہ ہمیشہ رُسوا رہے گا کوئی اس کا داماد ہو گا، ایک عرب عورت نے اپنے شوہر کی بے رخی کو اس طرح بیان کیا ہے میرے شوہر ابو حمزہ کو کیا ہو گیا وہ گھر ہی نہیں آتا وہ اس سے ناراض ہے کہ ہم بیٹے کیوں نہیں جنتیں اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہمیں جو کچھ ملتا ہے وہی لیتی ہیں۔[1]

اسی آیہ مبارکہ میں فرمایا جو زیورات میں پلتی ہے۔ وہ اپنا موقف بھی صحیح بیان نہیں کر سکتی وہ لڑکی اللہ کی اولاد ہو سکتی ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ عورت کی یہ صورت حال ہر عورت میں نہیں کہ وہ اپنا موقف بیان نہ کر سکے بعض عورتیں بلند و بالا معیار کی مالک ہوتی ہیں۔

مثلاً احنفؒ کہتے ہیں میں نے صحابہؓ کے خطبات سنے لیکن اللہ کی قسم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصاحت و بلاغت میں نہیں پایا۔

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں: گفتگو کے جس دروازہ کو حضرت عائشہؓ نے بند کر دیا ہو اس کو ان کے سوا اور کوئی نہیں کھول سکتا۔[2]

قرآن مقدس کا یہ حکم کہ عورتیں اپنا موقف وضاحت سے بیان نہیں کر سکتیں یہ حکم اکثر عورتوں کے متعلق ہے۔

''وجعلوا الملئکۃ''

کے ارشاد میں مشرکین کی پھر تردید فرمائی گئی کہ انہوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا جو رحمان کے بندے ہیں۔[3]

---

1 الزخرف، 43:19

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب من اھدی الی صاحبہ وتحری بعض الرقم 2581 ص 3/156

3 الزخرف، 43:19

فرشتے تو اللہ کے پاس ہیں نہ کہ کفار کے پاس، پھر انہیں کیسے معلوم ہوا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں؟مشرکین نے کہا ہمارے باپ دادا نے بتایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ہم کہتے ہیں ہمارے باپ دادا اس قول میں جھوٹے نہیں تھے۔آیہ پاک میں فرمایا گیا: ان کی شہادت لکھ لی جائے گی اور شہادت کے متعلق آخرت کو سوال کیا جائے گا۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝٢٠ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝٢١ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٢٢ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝٢٣

صدق اللہ العظیم

اور انہوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ محض اٹکل سے باتیں کرتے ہیں (۲۰) کیا ہم نے اس سے پہلے انہیں کوئی کتاب دی ہے جس کو یہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں (۲۱) (نہیں) بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم انہی کے قدموں کے نشانات پر چل کر ہدایت پانے والے ہیں (۲۲) اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس بستی میں بھی کوئی (عذاب سے) ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے مال دار لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم انہیں کے قدموں کے نشانات کی پیروی کرنے والے ہیں (۲۳)

## کفار کا اپنے آباؤاجداد کی پیروی کرنا

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے ایک لچر اعتراض کا ذکر ہے انہوں نے کہا: اگر رحمان چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے یہ سب کچھ اس کے چاہنے سے ہی ہے ہمارے نظریہ پر اعتراض کیوں؟ دراصل مشرکین کی طرف سے مسلمانوں سے یہ مذاق تھا، اللہ تعالیٰ کسی کو جبراً ہدایت یافتہ بنانا نہیں چاہتا اگر جبراً ہدایت دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا اور کوئی شرک نہ کرتا سبھی مومن ہوتے جیسے قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

''ولو شاء ربك لآمن من فی الارض کلھم''

اگر تیرا رب چاہتا تو پوری روئے زمین میں سب کے سب ایمان لے آتے۔[1]

ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے وہ جیسا چاہے کرے جب چاہے کرے جو چاہے کرے مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اپنے اختیار سے ایمان لائیں۔ جو آدمی جس چیز کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے، اگر ایمان اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے ایمان پیدا کر دیتا ہے، کفر کو اختیار کرتا ہے تو کفر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے انکی یہ بات غلط ہے اگر رحمان چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت نہ کرتے۔ جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان اختیاری کا ارادہ کرتا ہے اور اگر جبر سے ایمان حاصل ہو گا تو وہ غیر اختیاری ہو گا جو اللہ کی مراد نہیں۔ یہ بات یاد رہے ہر شے اللہ کی مشیت وارادے سے ہوتی ہے مگر اللہ ہر چیز سے راضی نہیں ہوتا، انسان کے اختیار کے بارہ میں قرآن مقدس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے

''فالھمھا فجورھا و تقوٰھا''

اللہ نے نفس میں برائی اور اچھائی کا ادراک پیدا کر دیا ہے، اللہ اس سے راضی ہوتا ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائے اور وہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں ہوتا۔[2]

جیسے قرآن مقدس نے ارشاد فرمایا:

''ولا یرضی لعبادہ الکفر''

اللہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں۔[3]

آیہ پاک میں فرمایا کیا؟ ہم نے اس سے پہلے انہیں کوئی کتاب دی جس کو تھامے ہوئے ہیں جسمیں یہ لکھا تھا کہ بتوں کی پرستش کرو، وہ حق ہے یا یہ لکھا ہوا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں؟ اب پھر ان کا ایسی بے تکی بے اصل باتیں کرنا کس قدر غلط ہے۔ محبوب کریم ﷺ سے فرمایا گیا: اس طرح ہم نے آپ سے پہلے جس بستی میں عذاب سے ڈرانے والے کو بھیجا تو وہاں کے مال داروں نے کہا: ہم اپنے باپ دادا کی روش پر چل رہے ہیں، انہی کے دین پر قائم ہیں۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

---

1 یونس، 10:99
2 الشمس، 91:8
3 ق

قُلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ‌ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ صدق اللہ العظیم

کہا(اس نبی نے) خواہ میں تمہیں اس کی نسبت زیادہ ہدایت دینے والا دین لے کر آیا ہوں جس دین پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، انہوں نے کہا جس دین کو دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں (۲۴) پھر ہم نے ان سے انتقام لیا، سو دیکھئے جھٹلا نے والوں کا انجام کیسا ہوا (۲۵)

## انبیاء علیہ السلام کو جھٹلانے کا انجام

انبیاء علیہم السلام جب ان پر حقیقت کو واضح کر دیتے ہیں کہ ان کے باپ دادا غلط راہ پر تھے اور زندگی کا جو انداز ہم نے پیش کیا ہے وہی صحیح ہے مفید ہے۔ رسولوں کے اس کھلے واضح اعلان حق کو ٹھکرا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں جو کچھ تم لائے ہو وہ ہم نہیں مانتے جب انبیاء کی تبلیغ کو ٹھکرا دیتے ہیں اور انبیاء کی دشمنی کو اپنا مشن بنا لیتے ہیں تو پھر قدرت کی طرف سے انتقام ہوتا ہے آپ دیکھو ان کے مکانات کس طرح برباد ہو گئے، سرسبز آباد علاقے کھنڈرات دکھائی دینے لگے، یہی سرکش لوگ کبھی انہیں مکانات میں کبر و غرور سے زندگی گزارتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے ہر دور میں باپ دادا کی تقلید کرنے والے لوگ کھاتے پیتے لوگ ہی رہے ہیں جاہلیت کو برقرار رکھنے کے لیے وہی سرگرم عمل رہے۔ انبیاء کے خلاف فتنے اٹھاتے رہے، ان کا یہ کردار اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اپنے قائم شدہ نظام سے پوری طرح وابستہ ہو چکے ہوتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے نظام کو بھانپ چکے ہوتے ہیں کہ اس نظام کے آنے سے ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور ان کے لیے حرام کھانے اور حرام کاموں کی آزادی نہیں رہے گی۔

وَصلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا
تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ فَاِنَّهٗ
سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ
لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾ بَلۡ مَتَّعۡتُ هٰٓؤُلَاۤءِ
وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ وَرَسُوۡلٌ
مُّبِيۡنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ
وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم جنکی بندگی کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں (۲۶) میرا تعلق صرف اس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی کرے گا (۲۷) اور ابراہیم یہی کلمہ اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (۲۸) اس کے باوجود جب یہ لوگ دوسروں کی بندگی کرنے لگے، اور ان کے باپ دادا کو متاع حیات دیتا رہا، یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول آگیا (۲۹) اور جب رسول آگیا تو انہوں نے کہا یہ جادو ہے ہم اس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ (۳۰)

## ابراہیم علیہ السلام کی صفت مبارکہ کا ذکر

کفار مکہ کی سرکشی کبر و غرور کی حالت کو بدلنے کے لیے انہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفت مبارکہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے، انہیں بتایا جارہا ہے: تم اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہلاتے ہو اسی نسبت و تعلق سے لوگوں میں تمہارا معیار ہے وقار ہے کہ اولاد خلیل کہلاتے ہو تمہیں چاہیے کہ ان کے نقش قدم پر چلو۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو حق سے بھٹکا ہوا پایا تو آپ نے ان سے اپنا تعلق توڑ لیا تھا تم لوگ انکی اولاد ہو تمہیں چاہیے کہ اپنے گمراہ باپ دادا سے کنارہ کشی کر کے ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرو، اگر باپ دادا کی روش پر ہی چلنا ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام کی روش اپناؤ۔ ابراہیم علیہ السلام نے اعلانیہ کہہ دیا تھا کہ میں ان سے بیزار ہوں جنکی تم پرستش کرتے ہو میرا خدا تو وہی ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی میری رہنمائی کرے گا میں اس کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کے لیے تیار نہیں وہی مجھے راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے گا اور بلند ترین مقامات کی طرف رہنمائی کرے گا اور ابراہیم علیہ السلام نے یہ عقیدہ توحید اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے باقی رکھا کہ وہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے محبوب کریم! آپ قریش مکہ کو ابراہیم علیہ السلام کے واقعات سنائیں ہو سکتا ہے وہ دین حق قبول کر لیں اور اس پر ثابت قدم رہ جائیں "بل متعت " کے ارشاد میں فرمایا جارہا ہے ان لوگوں نے عرصہ دراز سے دین ابراہیمی کو چھوڑ رکھا تھا اپنے باپ دادا کی گمراہ کن رسموں کو اپنا رکھا تھا چاہیے تو یہ تھا کہ انہیں برباد کر دیا جاتا مگر ہم نے اپنے لطف و کرم سے نوازا اور یہ لوگ عیش و عشرت کی زندگی گزارتے رہے ،ہمارے ہی کرم سے ان کے پاس اللہ کا رسول جلوہ گر ہوا اور حق کی راہنمائی کی اور واضح طور پر سمجھایا مگر انہوں نے کہا یہ جادو ہے اور کیا ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔[1]

آیہ مبارکہ میں ''لابیہ'' کے ارشاد سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مشرک تھے یہاں "ابیہ" سے مراد ان کا چچا آزر مراد ہے۔[2]

عربی لغت میں ''اب'' کا اطلاق چچا پر آتا رہتا ہے آپ کے والد گرامی کا نام تارخ تھا تورات میں بھی یہی نام درج ہے۔[3]

میں نے دوران طالب علمی اپنے دادا استاد سید المحدثین علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ لاہوری علیہ الرحمہ سے یہی سوال کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر تھے تو آپ نے فرمایا قرآن مقدس میں:

''اذ قال ابراهیم لابیه آزر''

ہے جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا "لابیہ "ہی کافی تھا "آزر" لانے کی ضرورت کیا تھی اس انداز سے بھی واضح معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی باپ اور تھا۔[4]

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الزخرف،43:29
2 الزخرف،43:26
3 الزخرف،43:26
4 الزخرف،47:26

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾

صدق اللہ العظیم

اور انہوں نے کہا یہ قرآن (مقدس) دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا (۳۱) کیا یہ (کفار) آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے انکی دنیاوی زندگی میں انکی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے اپنی دی روزی میں بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے کہ آخر کار یہ ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں، اور آپ کے رب کی رحمت اس مال سے بہت بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں (۳۲)

## کفار کے اعتراضات اور ان کا رد

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے اس لغو اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر اترنا چاہیے تھا۔ شہروں سے مراد مکہ مکرمہ اور طائف ہیں۔ بڑے آدمی سے مراد کے متعلق کئی قول ہیں کہ کفار کی نظر میں بڑا آدمی کون تھا، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کنانہ بن عبد بن عمر ہے ایک قول یہ ہے اس سے مراد حبیب بن عمر ثقفی ہے، ایک قول کے مطابق اس سے مراد عمیر بن عبد یا لیل ہے، ایک قول ولید بن مغیرہ کا ہے۔ کفار کی مراد یہ تھی کہ حضور ﷺ سے زیادہ اشرف مکہ مکرمہ کا ولید بن مغیرہ ہے، اور طائف کا حبیب بن عمر ثقفی ہے۔[1]

اس کے رد میں یہ فرمایا گیا: کیا آپ کے رب کی رحمت کو یعنی رسالت کو تقسیم یہ لوگ کرتے ہیں؟ حالانکہ اپنی رحمت اور کرامت کو ہم ہی تقسیم کرتے ہیں ہم جسے چاہیں رسول بنا دیتے ہیں جسے چاہیں صدیق، خلیل بنا دیں، جس طرح ہم زندگی میں جس کو چاہتے ہیں جتنی چاہتے ہیں روزی دے دیتے ہیں اور ہم نے دنیا کی روزی میں بعض کو بعض پر فضیلت دیدی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں، ایک دوسرے کو اپنی مصلحت میں استعمال کر سکیں، آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہیں۔

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 592/21

کفار کا یہ کہنا کہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے بڑا آدمی وہ ہے جس کے پاس مال و دولت زیادہ ہو اور لاؤ لشکر کا مالک ہو ان کا یہ نظریہ غلط اس لیے تھا کہ انسان کا بڑا ہونا مال و دولت کے لحاظ سے نہیں ہوتا ہے بڑا انسان وہ ہے جس کا کردار بلند ہو، اخلاق بلند ہو، صادق ہو، امین ہو، غربا، فقراء کا ہمدرد ہو، در گزر کرنے والا ہو، حوصلہ کا مالک ہو، حق گو ہو، باطل کے سامنے سرنگوں نہ ہو، مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان حضور ﷺ کے سوا ان صفات کا مالک کوئی دوسرا تھا ہی نہیں، اب قرآن کا نزول ایسے ہی بڑے آدمی پر ہونا تھا وہ ہو گیا۔

دراصل شروع میں تو کفار کا یہ اعتراض تھا کہ ہم رسول کیسے مان لیں جو عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا ہے، بازاروں میں چلتا ہے اس اعتراض کا جواب متعدد آیات مبارکہ سے دیا گیا ہے کہ جس قدر انبیاء آئے وہ سارے انسان ہی تھے اب انہوں نے یہ انداز اسطرح بدلا کہ یہ قرآن کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہیے تھا جس کا یہ جواب دیا گیا کہ اس معاملہ میں دخل دینے کا تمہیں کوئی حق نہیں، تمہارا وجود شعور اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ تقسیم نبوت کا کام تمہارے سپرد کر دیا جائے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِــُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾

صدق اللہ العظیم

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کا گروہ بن جاتے تو ہم رحمان کا کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھت چاندی کی بنا دیتے اور ان کی وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں (۳۳) اور ان کے گھروں کے دروازے اور جن تختوں پر وہ ٹیک لگاتے ہیں ان کو بھی چاندی کا بنا دیتے (۳۴) (چاندی کے علاوہ) سونے کا بھی بنا دیتے اور یہ سب دنیاوی زندگی کا عارضی سامان ہے، اور آخرت کا اجر آپ کے رب کے پاس صرف متقین کے لئے ہے (۳۵)

## دنیا کے حقیر ہونے کا ذکر

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت حقیر ہونے کا ذکر فرمایا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ دنیا کی محبت کی وجہ سے لوگ کفر کو اختیار کر لیتے تو اللہ تعالیٰ کافروں کے گھر اور ان کے سامان چاندی اور سونے کے بنا دیتا ، معنی یہ ہوا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات ناپسندیدہ نہ ہوتی کہ جب لوگ کافروں کے گھروں میں عیش و عشرت کا سامان دیکھ کر کفر کی طرف رغبت کریں گے اور یہ وہم کریں گے کہ فضیلت کفر میں ہے اور پھر سب لوگ کفر کو اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور کافروں کے گھر اور ان کا سامان چاندی اور سونے کا بنا دیتا۔ اس آیہ کریمہ میں بتایا جا رہا ہے دنیا کی زیب وزینت کفار کے لیے ہے، اور دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر ہے۔

دنیا کے حقیر ہونے کا عنوان ایک حدیث سے اس طرح ملتا ہے حضرت سہیلؓ بن سعد فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں دنیا کے حقیر ہونے کا عنوان اس طرح ملتا ہے رسول پاک ﷺ بکری کے ایک مردہ بچے پر کھڑے ہوئے تھے حضور ﷺ نے فرمایا: تم دیکھ رہے ہو؟ مالکوں نے بکری کے اس بچے کو کس قدر نفرت سے باہر پھینک دیا ہے اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا یہ بچہ مالکوں کے نزدیک حقیر تھا۔[2]

آیہ مبارکہ میں ذکر ہے اگر اللہ تعالیٰ کافروں پر تمام نعمتوں کے دروازے کھول دیتا تو تمام لوگ کفر پر اکٹھے ہو جاتے یہ بات اللہ کو ناپسند تھی اگر یہی دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے جاتے تو لوگ زیادہ سے زیادہ اسلام میں داخل ہوتے یہ اس لیے نہیں ہوا کہ اس صورت میں لوگ دنیا طلب کرنے کے لیے اسلام قبول کرتے۔ اس لیے حکمت کا تقاضا تھا کہ لوگ اسلام قبول کریں تو وہ اسلام کی حقانیت کی وجہ سے کریں اور اللہ کی رضا کے لیے کریں اسی صورت میں اخلاص ہو گا اور اخلاص بہت بڑی دولت ہے۔

---

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ الرقم 2320 ص 4/560
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجہ، باب مثل الدنیا الرقم 4110 ص 2/1376

2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ الرقم 2321 ص 4/560
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب کتان الزھد والدقائق الرقم 2957 ص 4/2272

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا: مال و دولت دنیاوی زندگی کا عارضی سامان ہے اور آخرت کا اجر اللہ کے پاس صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے نہ مال و دولت کی زیادتی کوئی فضیلت کی شئ ہے اور نہ اسکی کمی انسان کے کم رتبہ ہونے کی علامت ہے۔ یہ کفار کو دوسرا جواب ہے جو انہوں نے کہا تھا نبوت مکہ یا طائف کے کسی امیر کو ملتی۔ نبوت کیلئے اعلیٰ درجہ کے اوصاف ضروری ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کے اندر بدرجہ اتم ہیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ صدق اللہ العظیم

اور جو شخص رحمان کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے ہم اس کے لیے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اسی کا ساتھی ہے(۳۶)اور بے شک وہ (شیاطین) انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور یہ وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں (۳۷) حتی کہ جب وہ (اندھا کافر) ہمارے پاس آئے گا تو وہ (شیطان) کہے گا اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق او ر مغرب کی دوری ہوتی سو وہ کیسا برا ساتھی ہے(۳۸)اور اے (کافرو) تمہیں آج (اس پشیمانی) سے ہر گز کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم سب عذاب میں شریک ہو (۳۹)

## شیاطین کی دوستی کا انجام

اس آیہ مبارکہ میں آفتوں پر تنبیہ کرنا مراد ہے جس شخص کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو جائے اور کسی بڑے درجہ پر فائز ہو تو اس کا مزاج بگڑ جاتا ہے، کبر و غرور کا پتلا بن جاتا ہے۔ فقراء و غربا کو پامال کرتا رہتا ہے اور اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ ایسا شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اس کا مشغلہ بن جاتا ہے کہ لوگوں کو بھی اپنی طرح گمراہ کرے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور اسے نماز، روزہ، فرائض سے

روکتا ہے، حرام کاموں پر آمادہ کرتا ہے جب قبر سے اٹھتا ہے تو وہ شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے۔[1]

یہی عنوان ایک حدیث پاک سے اس طرح ملتا ہے: سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی موت سے پہلے اس کے لیے ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے اس صورت میں جب بھی وہ کسی بری شی کو دیکھتا ہے تو وہ اسے اچھی لگتی ہے۔اس آیہ مبارکہ سے اشارہ ملتا ہے جو شخص ہمیشہ خدا کو یاد کرتا رہتا ہے شیطان اس کے قریب نہیں جاتا۔

شیطانوں کی گمراہی کو وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، قیامت کے دن ان شیاطین کی ملاقات ہو گی تو وہ لوگ شیطانوں سے کہیں گے کاش! ہمارے تمہارے درمیان مشرق و مغرب جتنی دوری ہوتی، حکم ہو گا اب اس پشیمانی کا کوئی فائدہ نہیں تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم سب عذاب میں اکٹھے ہو، ایک معنی یہ ہے کہ جب تمہارا کفر و شرک ثابت ہو گیا ہے تو آخرت میں تمہاری یہ تمنا کچھ کام نہ آئے گی۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد تمہارا اور شیاطین کا عذاب مشترک ہونا تمہارے لیے فائدہ مند نہیں ہو گا۔دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصیبت میں چند آدمی شریک ہو جائیں تو ہر ایک کا غم ہلکا ہو جائے گا لیکن وہاں چونکہ ہر ایک کو اپنی پڑی ہو گی اور کوئی کسی کا دکھ نہیں بٹا سکے گا اس لیے اس اشتراک سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ

کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو سیدھی راہ دکھائیں گے اور ان لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں ہیں (۴۰) یا ہم آپ کو (دنیا سے) لیجائیں تو بے شک ہم پھر بھی ان سے انتقام لینے والے ہیں (۴۱) یا ہم آپ کو وہ عذاب دِکھادیں گے جس کا ہم نے اُن سے وعدہ کیا ہے، پس ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں (۴۲) پس مضبوطی سے پکڑے رہیئے اس (قرآن) کو جو آپ کی طرف وحی

1 الزخرف، 43:37

وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ﴿۴۵﴾



کیا گیا ہے بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں (۴۳) اور بے شک یہ بڑا اعزاز ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے، اور تم سب لوگوں سے سوال کیا جائے گا (۴۴) اور آپ ان رسولوں سے پوچھیئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کیا ہم نے رحمان کے سوا کچھ اور معبود مقرر کیئے تھے جن کی عبادت کی جائے (۴۵)

## حضور ﷺ کی دعوت اور کفار کے اعراض کا بیان

حضور نبی کریم ﷺ کفار و مشرکین کو صبح و شام حق کی دعوت دیتے، اسلام کی طرف بلاتے آپ کا یہ انداز تبلیغ ان کی اصلاح کے لیے تھا کہ وہ گمراہی میں بڑھ رہے تھے حضور ﷺ سے فرمایا گیا: آپ بہروں کو سنائیں گے؟ کہ ان کے کانوں پر تو گمراہی کے پردے آچکے ہیں کیا آپ اندھوں کو ہدایت دیں گے؟ وہ تو آپ کے دین سے بہت دور ہو چکے ہیں جب آپ انہیں قرآن سناتے ہیں تو لگتا ہے یہ بہرے ہیں کچھ سن ہی نہیں پاتے، جب آپ کے عظیم معجزات کو دیکھتے ہیں تو لگتا ہے یہ اندھے ہیں کہ کسی قسم کا اثر قبول ہی نہیں کرتے۔

اگلی آیہ کریمہ میں فرمایا گیا: اگر ہم آپ کو دنیا سے لیجائیں تو ہم پھر بھی ان سے انتقام لیں گے یا ہم آپ کی حیات میں انہیں ذلت دکھائیں گے، جنگوں میں قید کیئے جائیں گے، رُسوا ہوں گے، قتل کیئے جائیں گے برباد ہوں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر ایسا ہو گیا۔ آپ کے وصال کے بعد عرب مشرکین سے خالی ہو گیا، مسلمانوں کا غلبہ بڑھتا رہا حتیٰ کہ دنیا کے براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ براعظم ایشیاء، براعظم افریقہ اور براعظم یورپ میں اسلامی پرچم بلند ہوا۔

آیہ مبارکہ میں وحی الٰہی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم فرمایا گیا: اور فرمایا گیا آپ سیدھی راہ پر قائم ہیں اور یہ سیدھی راہ عقیدہ توحید ہے اور قرآن حکیم اللہ کی مضبوط رسی ہے اور فرمایا کہ قرآن پاک آپ کے لیے آپ کی قوم کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ تفسیر کی ہے کہ قرآن آپ کے لیے آپ کی قوم کے لیے بڑا شرف ہے۔ [1]

1 سلیمان بن احمد، (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب علی بن ابی طلحۃ الرقم 13030 ص 256/12
احمد بن حسین، (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب فضل فی الصلاۃ علی النبی ﷺ الرقم 1502 ص 163/3

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے ہاں حاضر تھا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قوم میں شرف بخشا ہے کہ فرمایا:

''وانہ ذکرلك''

اس قرآن میں آپ کا ذکر ہے اور آپ کی قوم کا ذکر ہے یہی عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے سامنے جب قریش کا ذکر نیکی کے ساتھ کیا جاتا تو آپ خوش ہو جاتے تھے اور اس آیہ کریمہ کی بہت زیادہ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[1]

کفار و مشرکین کو حضور اکرم ﷺ سے نفرت اس لیے تھی کہ آپ بت پرستی سے روکتے تھے۔

''وسئل من ارسلنا''

میں فرمایا گیا: بتوں کی عبادت سے روکنا صرف حضور ﷺ کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام انبیاء روکتے تھے اس عقیدہ توحید پر سب انبیاء و مرسلین متفق تھے۔[2]

اس لیے فرمایا گیا: آپ ان رسولوں سے پوچھیے جنہیں آپ سے پہلے بھیجا گیا تھا کیا ہم نے رحمان کے علاوہ کچھ اور معبود مقرر کیئے تھے جنکی عبادت کی جائے۔ گزشتہ رسولوں سے سوال کرنے کا معنی یہ ہے کہ ان کی امتوں سے سوال کیا جائے۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ تورات و انجیل کے ماننے والوں سے سوال کریں، ایک توجیہہ یہ بھی کی گئی ہے معراج کی رات جب تمام انبیاء مسجد اقصیٰ میں اکٹھے ہوئے تھے وہاں جبریل علیہ السلام نے ہمارے رسول کریم ﷺ سے کہا آپ ان سے سوال کیجئے کیا اللہ نے رحمان کے علاوہ کوئی اور معبود مقرر کیئے تھے؟ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ حقیقتاً سوال کرنا مراد ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الزخرف، 43:44

2 الزخرف، 43:45

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ
وَمَلَا۠ىٕهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ
﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ
اُخْتِهَا٘ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ
یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ
یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا پس آپ نے کہا بے شک میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں (۴۶) جب آپ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو اس وقت وہ ان سے ہنستے تھے (۴۷) اور ہم انہیں کوئی نشانی دکھاتے تھے مگر وہ پہلی سے بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ باز آجائیں (۴۸) اور وہ بولے اے جادوگر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کر اس عہد کے سبب جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے ہم ضرور قبول کریں گے (۴۹) جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور) ان سے عذاب ٹال دیا پھر عہد شکنی کرنے لگے (۵۰)

## پچھلی قوموں کی مثالیں دے کر حضور ﷺ کو تسلی دینے کا ذکر

اس آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کے سرداروں کے سامنے حق گوئی اور ان کے انکار اور موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہنے کا ذکر فرما کر حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے، محبوب کریم (ﷺ)! آپ کفار و مشرکین کے انکار اور مخالفت سے پریشان نہ ہوں۔ کفار کا یہ کہنا کہ نبوت کسی عظیم آدمی پر آتی، حضور تو غریب ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسے ہی کہا تھا کہ ملک مصر کا مالک ہوں میرے محلات ہیں، ہیں موسیٰ سے افضل ہوں، میرے مقابلہ میں انہیں نبوت کیسے مل سکتی ہے وہ اپنی قوم سمیت غرق ہوا اسی طرح کفار کا یہ اعتراض بھی انہیں بچا نہ سکے گا۔

آپ سے پہلے انبیاء علیہ السلام کے ساتھ بھی ان کی قوموں کا رویہ ایسا ہی رہا، فرمایا: جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیاں دے کر فرعون اور اسکی قوم کی طرف بھیجا اور موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ میں رب

العالمین کی طرف سے رسول ہوں تو وہ اس بات پر ہنستے تھے اور موسیٰ علیہ السلام انہیں یکے بعد دیگرے ہماری نشانیاں دکھاتے رہے اور ہر نشانی معجزہ پہلے سے بڑھ کر تھا۔ چاہیے تھا کہ ان معجزات کو دیکھ کر وہ ایمان لاتے مگر سرکشی میں بڑھتے گئے آخر کار ہم نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ باز آجائیں۔ فرعون اور اسکی قوم جب مشکلات میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی مگر اس وقت بھی تعصب و عناد کا یہ عالم ہے رسول پھر بھی نہیں کہا بلکہ جادوگر کہا۔ بعض قوم کی ہٹ دھرمی اور سرکشی کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور ان سے عذاب ٹال دیا تو وہ پھر عہد شکنی کرنے لگے۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ دشمنوں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں، یہ بھی درس ہے کہ فرعون بہت بڑا بادشاہ ہونے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام رہا جب عظیم بادشاہ فرعون نبی کے سامنے مار کھا گیا تو محبوب! یہ کفار تو فرعون کے مقابلہ میں کچھ نہیں تیرے سامنے ضرور رسوا ہوں گے اور اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

صدق اللہ العظیم

اور فرعون نے اپنی قوم میں ندا کی اور کہا کہ اے میری قوم! کیا یہ مصر کا ملک میرا نہیں ہے اور یہ جو میرے محل کے کنارے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے (۵۱) کیا یہ حقیقت نہیں کہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جو بہت بے وقعت ہے، اور جو اپنی بات بھی صحیح طور پر نہیں کر سکتا (۵۲) (اگر یہ واقعی رسول ہے تو) اسے سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گے یا اس کے پاس مسلسل فرشتے آتے (۵۳) فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنالیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کر لی، بے شک وہ نا فرمان لوگ تھے (۵۴)

## فرعون کے تکبر اور سرکشی کا تذکرہ

اس آیہ مبارکہ میں فرعون کے ایک اعلان کا ذکر کیا جارہا ہے جو اس نے اپنے تکبر و سرکشی کی بنیاد پر کیا کہ کیا دریائے نیل میرے محل کے نیچے نہیں بہہ رہا؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ دریائے نیل سے چار نہریں، میرے محل کے ساتھ ساتھ جاری نہیں کی گئیں؟ یہ کہہ کر فرعون اپنی مالی کثرت کا دعویٰ کررہا تھا کہ میں موسیٰ سے بہتر ہوں اور حق پر میں ہوں اس کے باطل دعویٰ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ حقیقت نہیں کہ میں موسیٰ سے بہتر ہوں؟ وہ تو اپنی بات کی وضاحت بھی نہیں کرسکتا۔ فرعون کا یہ طعنہ کہ وہ اچھی طرح بول بھی نہیں سکتا اس لیے تھا کہ آپ کے اعلان نبوت سے پہلے آپ کی زبان میں لکنت تھی جسکی وجہ سے آپ کو بولنے میں مشکل پیش آتی تھی پھر آپ نے اللہ سے دعا کی تھی تو وہ تکلیف دور ہو گئی تھی۔ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون نے کہا کہ اسکے پاس ایسے دلائل نہیں جو مجھے مطمئن کرسکیں حالانکہ آپ نے اپنے دلائل سے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

تیسری بات یہ کہی: اگر موسیٰ واقعی اللہ کا رسول ہے تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گے تھے۔ اس وقت کا دستور تھا کہ قوم کے رئیس کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے تھے اسی بنا پر فرعون نے کہا کہ اگر موسیٰ نبی ہے تو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے۔ فرعون کا یہ اعتراض لغو تھا اس لیے کہ ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہونا نبوت کی دلیل نہیں مال دار لوگ جتنے چاہیں کنگن پہن لیں اس سے وہ نبی نہیں بن جائیں گے کنگن پہننا امیر ہونے کی دلیل تو ہو سکتی ہے نبی ہونے کی نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات انکی نبوت کی دلیل ہیں عصا کا اژدہا بن جانا، ہاتھ کا چمکنا۔ جب لوگ کفر پر اڑے رہے تو پھر ان پر مینڈکوں، ٹڈیوں کی بارش کا ہونا پھر تمام مصائب کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ٹل جانا آپ کی نبوت کے دلائل تھے۔

فرعون کا یہ اعتراض بھی غلط تھا کہ موسیٰ کے پاس فرشتے آکر اصل نبوت کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟ یہ اعتراض بھی غلط تھا کہ فرشتوں کو اصلی شکل میں عام لوگ دیکھ نہیں سکتے۔ اگر وہ انسانی شکل میں آتے تو لوگ یقین نہ کرتے کہ یہ فرشتے ہیں، فرعون[1] نے اپنی ان لچر باتوں سے قوم کو بے وقوف بنادیا اور قوم نے اسے مان لیا۔ فرعون نے ان کی کم عقلی اور جہالت کی وجہ سے اپنا ہم نوا بنالیا۔ فرعون کی ساری باتیں واضح کرتی ہیں اسے قوم کی بھلائی یا

1 فرعون کا لقب قدیم مصر کے بادشاہوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں پر اس فرعون کا ذکر ہے اس کا رعمسیس دوم ہے مگر کوئی پختہ ثبوت نہیں۔

دکھوں سے نجات کا کوئی مقصد نہ تھا صرف اپنی بادشاہت بچانے کا مقصد تھا متکبر سرکش، ہٹ دھرم لوگوں کا رویہ ایسا ہی ہوتا ہے، مفسرین نے "فاستخف" کا معنی کیا ہے کہ اس نے لچر باتوں سے قوم کو الّو بنالیا۔[1]

وَصلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ صدق اللہ العظیم

جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا (۵۵) پھر ہم نے انہیں پچھلوں کی کہانی بنادیا اور بعد کے لوگوں کے لیے مثال بنادیا۔ (۵٦)

## کفار کے عذاب سے عبرت پکڑنے کا ذکر

"آسف" کا معنی ہوتا ہے انتقام لینے کے لیے خون کا جوش میں آنا اس معنی کے اعتبار سے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے یہاں "آسف" کا معنی ہوگا کسی چیز کو ناپسند کرنا اور اس سے ناراض ہونا، معنی یہ ہوگا جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا ان کو سزا دی، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو غضب ناک کیا تو ہم نے انتقام لیا کہ اللہ کے بندے کو غضب ناک کرنا دراصل اللہ کو غضب ناک کرنا ہے پھر ہم نے انہیں گیا گزرا واقعہ بنادیا اور بعد کے لوگوں کے لیے ضرب المثل عبرت بنادیا، یعنی فرعون اور اسکی قوم کو بھولا واقعہ بنادیا۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵٦﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ

اور جب ابن مریم کی مثال دی گئی تمہاری قوم کے لوگوں نے اس پر شور مچا دیا (۵۷) اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ، یہ مثال وہ تمہارے سامنے محض کج بحثی کے لیے لائے حقیقت یہ ہے کہ یہ ہیں ہی جھگڑالو لوگ (۵۸) ابن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا

1 الزخرف، 43:54

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ۝٥٩ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝٦٠ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝٦١ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝٦٢

صدق اللہ العظیم

کہ ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنادیا (۵۹) ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کردیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں (۶۰) اور وہ دراصل قیامت کی ایک نشانی ہے، پس تم اس میں شک نہ کرو اور میری بات مان لو ،یہی سیدھا راستہ ہے (۶۱) اور شیطان تمہیں نہ روکے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۶۲)

## حضور ﷺ کی تبلیغ اور کفار کے اعتراضات

ان آیات مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا: ایک مرتبہ حضور ﷺ نے قبیلہ قریش کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''یا معشر القریش لا خیر فی احد یعبد من دون الله''

اے قریش کے لوگو! اللہ کے سوا جس کسی کی عبادت کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔[1]

اس پر مشرکین نے کہا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نیک بندے تھے اور نبی تھے ان کے اس اعتراض پر یہ آیات مقدسہ جواب میں نازل ہوئیں۔ قرطبیؒ نے شان نزول کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے کہ جب قرآن مقدس کی یہ آیہ پاک نازل ہوئی:

''انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم''

اُتری تو عبداللہ ابن الزبعری نے کہا کہ نصاریٰ عیسیٰ کی عبادت کرتے تھے اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کی تو کیا یہ بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ اس کا جواب واضح ہے کہ جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت شروع کی انہوں نے نہ خدا کے کسی حکم سے ایسا کیا نہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ ان کی عبادت کی جائے اور نہ ہی قرآن پاک ان کی تائید کرتا ہے اُنہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کے بغیر پیدا ہونے سے یہ مغالطہ لگا کہ وہ خدا ہے یا اس سے مغالطہ لگا کہ کوڑھیوں کو بچادیتے ہیں یا مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کردیتے ہیں۔[2]

---

1 سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الکبیر، باب ابویحی عن ابن عباس الرقم 12740 ص 153/12

2 الانبیاء، 98:21

حضور ﷺ نے جو فرمایا کہ اللہ کے بغیر جن کی پرستش کی جاتی ہے ان میں خیر نہیں اس سے مراد وہ معبود ہیں جو بے جان ہوں جیسے پتھر، درخت یا وہ جاندار جو خود اپنی عبادات کا حکم دیتے، اسے پسند کرتے ہوں جیسے شیاطین، فرعون، نمرود وغیرہ۔ عیسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہی نہیں ہو سکتے جبکہ وہ کسی بھی مرحلہ میں اپنی عبادت کو پسند ہی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی نصاریٰ ان کی کسی ہدایت پر ان کی عبادت کرتے تھے بلکہ ہم نے انہیں اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنا کر بغیر باپ کے پیدا کیا تھا تا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے اللہ تعالیٰ کو اپنی تخلیق میں اسباب کے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں لیکن نصاریٰ نے اس کا غلط مطلب لیا کہ انہیں معبود بنا لیا حالانکہ ان کو معبود بنا لینا خود عیسیٰ کی دعوت کے خلاف تھا کہ آپ نے ہمیشہ توحید کا اعلان کیا۔ قرآن مقدس نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا، نصاریٰ کی غلط فہمی کو اس طرح دور فرمایا گیا۔

''ولونشاء لجعلنا منکم ملائکہ''

اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جیسے بغیر باپ کے پیدا کرنا ہماری قدرت ہے ایسے تم میں سے فرشتے بنا دیتے تو وہ بھی ہماری قدرت ہے کہ انسانوں سے فرشتے پیدا کر دیں یہ ہماری قدرت کے مظاہر ہیں۔[1]

آیہ کے آخر میں فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت کے دن پر یقین کرنے کیلئے ایک ذریعہ ہیں کہ آپ کا آسمانوں سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے۔[2]

حضرت نورسؓ بن سمعان سے ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ جامع مسجد دمشق کے منارے سے اتریں گے۔[3]

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ

اور جب عیسیٰ واضح معجزات لے کر آئے اور کہا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تمہارے لئے بعض ان چیزوں کا بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، پس تم اللہ سے ڈرو اور میری

---

1 الزخرف،43:60

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب نزول عیسیٰ ابن مریم الرقم3448ص4/168
مسلم بن حجاج (المتوفی261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب نزول عیسیٰ ابن مریم الرقم155ص1/135

3 مسلم بن حجاج (المتوفی261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب ذکر الدجال وصفتۃ وماندہ الرقم2937ص4/2250
سلیمان بن اشعث (المتوفی275ھ)، السنن ابوداؤد، باب خروج الدجال الرقم4321ص74/117

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝



اطاعت کرو (۶۳) بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے (۶۴) پھر (بنی اسرائیل کے) گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، پس ظالموں کیلئے درد ناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے (۶۵) اور وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے اور ان کو پتہ بھی نہ چلے (۶۶) اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے (۶۷)

## عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر

اس آیہ مبارکہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا قوم کی طرف معجزات لے کر آنے کا ذکر ہے، ان معجزات سے مراد مُردوں کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھوں کو بینا کرنا حتی کہ پرندے بنا کر ان کو فضا میں اڑا دینا، آسمان سے دستر خوان کا نازل کرنا، غیب کی خبریں دینا، آپ نے قوم سے فرمایا: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں کہ تمہیں اس کی وضاحت کردوں جس میں اختلاف کرتے ہو، بنی اسرائیل اختلاف کاہے کا کرتے تھے؟ ایک معنی یہ کیا گیا ہے اختلاف یہ تھا کہ تورات میں تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے وہ لوگ ایسی چیزوں کا سوال کرتے تھے جن کے جاننے میں کوئی فائدہ نہ تھا، یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ تورات کے احکام کے متعلق سوال کرتے تھے، فرمایا گیا: اختلاف کرنے والے گروہوں کیلئے درد ناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے، اختلاف کرنے والوں سے مراد وہ ہیں لوگ جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق اختلاف کیا، یہود نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام زنا سے پیدا ہوئے (معاذ اللہ) عیسائیوں نے کہا عیسیٰ عین اللہ ہے، کسی نے کہا: عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے بعض نے کہا: وہ تین میں سے تیسرے ہیں۔ آیہ مبارکہ ان گروہوں کیلئے درد ناک عذاب کا ذکر ہے۔ آپ نے قوم سے فرمایا: اللہ

سے ڈرتے رہو اسکی اطاعت کرتے رہو وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی آپ کے اس فرمانے سے عیسائیوں کے اس گروہ کا ذکر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا: وہ صرف قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آجائے قیامت کے اچانک آنے کے کئی معنی ہیں، ایک معنی یہ ہے کہ انسان کی موت اس کے حق میں قیامت ہے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے جب قیامت قائم ہو گی تو ہر شخص فوت ہو جائے گا یہ قیامت لوگوں پر اچانک آئے گی۔

حدیث شریف میں قیامت آنے کی کئی نشانیوں کا ذکر ملتا ہے، دھواں کا ہونا، دجال کا نکلنا، دابۃالارض کا ظہور، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا خروج، تین دفعہ زمین کا دھنسنا، یمن سے آگ کا نکلنا۔[1]

آیہ کے آخر میں قیامت کے ہیبت ناک منظر کا ذکر اس طرح فرمایا گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، متقین اس مصیبت سے محفوظ ہوں گے اس دن کی مصیبت و مشکل سے بچ جانے والوں کا ذکر حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے۔ امام عادل، وہ شخص ہے جو اپنے رب کی عبادت کرتے پروان چڑھا، جس کا دل مسجد سے معلق رہتا ہو، وہ دو شخص جو خدا کی محبت میں ملتے ہوں، وہ شخص جس نے صدقہ ایسی خاموشی سے کیا کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں، وہ شخص جس نے خدا کی یاد کی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ

اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگیں ہو گے (۶۸) وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ ہمارے اطاعت گزار رہے (۶۹) تم اور تمہاری بیویاں ہنسی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ (۷۰) ان کے گرد سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم باب فضل اخفاء الصدقۃ الرقم 1013 ص 2/715

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ وفضل الرقم 660 ص 1/133
محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی الحب فی اللہ الرقم 2391 ص 1/133
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فضل اخفاء الصدقۃ الرقم 1013 ص 2/715

ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ
وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ
الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾
لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

صدق اللہ العظیم

کو گردش میں لایا جائے گا اور جنت میں ہر وہ چیز ہو گی جس کو ان کا دل چاہے گا، اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے (۷۱) اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیئے گئے ہو (۷۲) اور اس جنت میں تمہارے لئے بکثرت پھل ہیں جن کو تم کھاتے رہو گے (۷۳)

## جنتیوں کے انعامات

پچھلی آیہ پاک میں ذکر تھا قیامت کے دن دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقین اس مصیبت سے بچے ہوں گے، اسی متقین کے طبقہ سے فرمایا جارہاہے کہ ان کیلئے جنت میں کس قدر نعمتیں ہوں گی، مقاتل کہتے ہیں کہ میدان محشر میں ندا ہو گی: اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ غمگیں ہو گے، اس ندا کو محشر والے سنیں گے تو سب اس منادی کی طرف دیکھیں گے پھر جب منادی یہ کہے گا جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور اطاعت گزار رہے یہ سن کر مسلمانوں کے سوا سبھی اپنی گردنوں کو جھکالیں گے۔

محاسبیؒ کہتے ہیں: حدیث میں ہے جب منادی یہ ندا کرے گا: اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف غم نہیں تو تمام لوگ سر اُٹھاکر کہیں گے ہم اللہ کے بندے ہیں، پھر منادی دوسری مرتبہ ندادے گا جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور اطاعت گزار رہے تو کفار سروں کو جھکالیں گے۔[1]

موحدین اسی طرح سر اُٹھائے ہوں گے پھر وہ منادی تیسری بار ندادے گا جو لوگ ایمان لائے اور وہ متقی رہے تو تمام گناہ کبیرہ کرنے والے اپنے سروں کو جھکالیں گے اور اہل تقویٰ اسی طرح اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ان سے خوف و حزن کو دور کر دے گا اور انہیں شرمساری سے بچالے گا۔

---

1 محمود بن عبد اللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 8/389

جنتیوں کے انعامات میں اس کا بھی ذکر فرمایا گیا کہ ان کیلئے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھلایا پلایا جائے گا۔ دنیا میں ایمانداروں کیلئے ان کا استعمال منع کیا گیا تھا آج یہ برتن ان کا اعزاز ہوں گے۔ حضور ﷺ نے ریشم اور دیباج پہننے سے اور سونے چاندی کے برتنوں میں پینے سے منع فرمایا: اور فرمایا ان کیلئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔ جنتیوں سے فرمایا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیئے گئے ہو اور جس میں بکثرت پھل ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے۔ جنت کے وارث بننے کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہر شخص کیلئے جنت اور دوزخ بنائی گئی ہے، کافر مسلمانوں کی دوزخ کے وارث ہوں گے اور مسلمان کافر کی جنت کے وارث ہوں۔

اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کیلئے ایک مسکن جنت میں بنایا ہے اور ایک مسکن دوزخ میں، مومنوں کو اپنے مسکن بھی ملیں گے اور وہ کفار کے مسکنوں کے وارث بھی ہوں گے اور کفار کو ان کے مسکن دوزخ میں ملیں گے جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب تو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور اس کی رحمت ہی ہے اس کا ظاہری سبب بندہ کے نیک اعمال ہیں۔[1]

آیہ مبارکہ کے خلاصہ کے طور پر یہ بات واضح ہو رہی ہے قیامت کے دن متقین ایک دوسرے سے ملیں گے دشمن نہیں ہوں گے، کفار اس مصیبت سے دوچار ہوں گے۔ حدیث پاک سے یہ عنوان اس طرح ملتا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ فرمائے گا کہاں ہیں وہ آپس میں محبت کرنے والے؟ مجھے اپنے جلال کی قسم میں ان کو آج اپنے سائے کے نیچے جگہ دوں گا جبکہ میرے سائے کے بغیر اور کوئی سایہ نہیں ہے۔[2]

مظہری میں ایک اور حدیث اس طرح درج ہے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے دور دور بھی رہتے تھے تو قیامت کے دن اللہ انہیں اکٹھا کر دے گا اور فرمائے گا یہ وہ آدمی ہے جو اس کے ساتھ میرے لئے محبت کرتا تھا۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 8/362

2 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فضل الحب فی اللہ الرقم 2566 ص 4/1988

احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ الرقم 8456 ص 14/163

3 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب قصۃ ابراہیم فی المحانقۃ الرقم 8606 ص 11/328

اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ فِیۡ عَذَابِ جَہَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۴﴾ لَا یُفَتَّرُ عَنۡہُمۡ وَ ہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمۡنٰہُمۡ وَ لٰکِنۡ کَانُوۡا ہُمُ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۷۶﴾ وَ نَادَوۡا یٰمٰلِکُ لِیَقۡضِ عَلَیۡنَا رَبُّکَ ؕ قَالَ اِنَّکُمۡ مّٰکِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدۡ جِئۡنٰکُمۡ بِالۡحَقِّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَکُمۡ لِلۡحَقِّ کٰرِہُوۡنَ ﴿۷۸﴾ اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّہُمۡ وَ نَجۡوٰىہُمۡ ؕ بَلٰی وَ رُسُلُنَا لَدَیۡہِمۡ یَکۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾ صدق اللہ العظیم

بے شک مجرم ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے (۷۴) ان سے وہ عذاب کم نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوسی سے پڑے رہیں گے (۷۵) ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے (۷۶) اور وہ (فرشتے سے پکار) کر کہیں گے اے مالک! چاہئے کہ تمہارا رب ہمیں ختم کر دے، وہ کہے گا تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو (۷۷) بے شک ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے تھے (۷۸) کیا انہوں نے کسی کام کو پکا کر لیا ہے، بے شک ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں (۷۹) کیا ان کا گمان ہے؟ کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے کیوں نہیں (ہم سن رہے ہیں) اور ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لکھ رہے ہیں (۸۰)

## جہنمیوں کی حسرت

اس سے پہلی آیات مبارکہ میں جنتیوں پر انعامات کا ذکر تھا، اس آیہ کریمہ میں جہنمیوں کی سزا کا ذکر ہے، قرآن مقدس کے اس انداز سے واضح ہوتا ہے، رب چاہتا ہے انعامات الٰہیہ کا ذکر سن کر بندے نیکی کی طرف رجوع کریں اور عذاب کا ذکر سن کر گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ آیہ کریمہ میں فرمایا گیا: ان سے عذاب کم نہیں ہو گا اور وہ عذاب کی کمی سے مایوس ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں ورنہ دوزخ میں عذاب ہو گا، اس حکم پر عمل نہ کرنے سے وہ کفر میں پھنس گئے یہ خود ان کا اپنے اوپر ظلم ہے، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا، یہ دوزخی دوزخ کے نگران فرشتے مالک نامی سے کہیں گے اور عذاب کی شکایت کریں گے، اے مالک! اپنے رب سے کہو ہمیں موت ہی دے دے تو مالک اُن سے کہے گا تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔

امام ترمذی نے اعمش کا قول نقل کیا ہے کافروں کے سوال اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار

سال کا عرصہ لگے گا، کفار کو مالک یا دوسرے فرشتے کہیں گے: ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثریت ناپسند کرنے والی تھی، یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کفار سے فرمایا ہو کہ ہم نے تمہارے پاس نشانیاں نازل کی تھیں اور اپنے رسول بھیجے تھے لیکن تم ناپسند کرتے تھے۔[1]

آیہ مبارکہ

''امرابرموا امرآ''

کے اُترنے کا سبب یہ بنا، جب کفار نے دارُالندوہ میں حضور ﷺ کے خلاف میٹنگ کر کے سازش تیار کی کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی لے لیا جائے اور پھر اچانک حضور پر حملہ کر کے قتل کر دیا جائے اس طرح تمام قبیلے کام میں شریک ہو جائیں گے اور کسی ایک قبیلہ پر حرف نہیں آئے گا اور آپ کے خون بہا کا مطالبہ کمزور ہو جائے گا، حکم آگیا ہم بھی پکا کام کرنے والے ہیں یعنی ان تمام لوگوں کو چن چن کر جنگ بدر میں قتل کرنے والے ہیں ان کا یہ گمان کہ ہم ان کی خفیہ سازشوں کو سن نہیں رہے ان کی سرگوشیوں کو جانتے نہیں ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ان کے پاس ہمارے بھیجے گئے فرشتے لکھ رہے ہیں۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

آپ کہئے اگر رحمان کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا (۸۱) آسمانوں اور زمینوں کا رب جو عرش کا رب ہے وہ ان عیوب سے پاک ہے جن کو یہ بیان کرتے ہیں (۸۲) آپ ان کو ان کے مشغلوں میں پڑے رہنے دیں حتی کہ ان کا سابقہ اس دن سے پڑ جائے جس دن سے ان کو ڈرایا گیا ہے (۸۳) وہی آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی زمین میں عبادت کا مستحق ہے، اور وہی بہت حکمت والا اور بے حد علم والا ہے (۸۴) اور

1 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب قصۃ ابراھیم فی المحانقۃ الرقم 8606 ص 328/11

2 الزخرف، 43: 79

بَیۡنَہُمَا ۚ وَعِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾

بہت برکت والا ہے وہ جس کی آسمانوں اور زمینوں سے اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے، اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۸۵)

## کفار کا اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت اور ان کا رد

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا: محبوب! آپ کہہ دیجئے اگر رحمان کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا، جب میں نے عبادت نہیں کی تو واضح ہوا کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور یہ جو اللہ پر افتراء باندھتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور عیسیٰ و عزیر علیہما السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور بت اللہ کی عبادت میں شریک ہیں، اللہ ان چیزوں سے پاک ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ خدا نخواستہ اللہ کی اولاد ہونے کا کسی بھی درجہ میں کوئی امکان ہے دراصل یہ بتانا ہے کہ میں کسی عناد یا ہٹ دھرمی سے نہیں کر رہا بلکہ دلائل سے کر رہا ہوں۔ اگر صحیح دلائل سے کوئی بات ہوتی تو میں ضرور مانتا لیکن عقل نقل کی دلیل اس کا انکار کرتی ہے اس لئے ماننے کا کوئی سوال نہیں۔ اس ارشاد سے یہ بھی پتہ چلا بحث مباحثہ میں مخالف سے یہ کہنا اگر تمہارا دعویٰ دلائل سے ثابت ہوتا تو مان لیتا کوئی حرج نہیں۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا: محبوب! آپ اُنہیں اپنی باطل کاروائیوں میں مصروف رہنے دیں اور لہو و لعب میں پڑے رہنے دیں تاکہ آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس آیہ کا حکم کہ آپ انہیں کچھ نہ کہیں اپنے لہو لعب میں مصروف رہنے دیں یہ حکم جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہو گیا، یہ حکم اس وقت تھا جب مسلمانوں کی کوئی ریاست نہ تھی، حکومت نہ تھی اور جب اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا، حکومت بخشی تو پھر حکم دیا گیا کہ سرکشوں کے خلاف جہاد کریں۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ یہ آیہ محکم ہے اس میں مکر والوں کو عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے کہ اگر تمہارا معاملہ ایسے ہی رہا، تم باطل کاروائیوں سے باز نہ آئے تو آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیۡبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلۡقِہٖ

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ
الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ
۝٨٦ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ
فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٨٧ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ
لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝٨٨ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝٨٩

اور جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہاں وہ لوگ شفاعت کا اختیار رکھتے ہیں جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا یقین ہو (٨٦) اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر وہ کہاں بھٹک رہے ہیں (٨٧) اور قسم ہے رسول کے اس قول کی کہ اے میرے رب! یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے (٨٨) آپ اُن سے در گزر کیجئے اور کہئے بس ہمارا اسلام، پس یہ عنقریب جان لیں گے (٨٩)

## شفاعت کے حق دار

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے اس باطل نظریہ کا رد کیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ بت ان کی شفاعت کریں گے انہیں بتا دیا گیا ہے ایسا کبھی نہیں ہو گا کسی کو بارگاہِ قدس میں ایسا کرنے کی جرأت نہیں ہو گی۔ شفاعت کرنے کا حق تو اس کو ہو گا جو اللہ کی توحید کی گواہی دے اور اس کی یہ گواہی علم یقین پر مبنی ہو، اسی طرح شفاعت اس کی کی جائے گی جس کا خاتمہ ایمان پر ہو جن کا خاتمہ کفر پر ہو ان کی شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا ان لوگوں کی عجیب حالت ہے یہ مانتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ ہے پھر اس کے علاوہ دوسروں کو معبود بناتے ہیں اور اس طرح حق سے رو گردانی کرتے ہیں۔

''وقیلہ''

کے ارشاد میں حضور ﷺ کے ایک ارشاد گرامی کی قسم اُٹھائی جا رہی ہے حضور ﷺ نے اپنے رب قدوس کے حضور عرض کی تھی یا اللہ! یہ لوگ ضدی ہیں، ہٹ دھرم ہیں، آفتاب حق طلوع ہو چکا ہے مگر یہ انکار کر رہے ہیں۔[1]

1 الزخرف، 43:88

رب ذوالجلال کو حضور ﷺ کی ادا بہت پسند آئی اور اس قول کی قسم اٹھائی جو زبان مصطفیٰ سے نکلا تھا حضور ﷺ سے فرمایا گیا، محبوب! آپ ﷺ بھی ان سے توجہ ہٹا لیجئے اب ان سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں، ان کیلئے دعا مانگتے رہا کریں عنقریب ان پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔" قل سلام " میں انہیں دھمکی دی جارہی ہے اور ان سے جدائی کا اعلان مقصود ہے، اس ارشاد میں یہی تلقین ہے جو ہر داعی حق کو ہمیشہ کی گئی ہے۔[1]

کہ مخالفین کے دلائل و شبہات کا جواب تو دے دیا کرو لیکن جب وہ جہالت کی بات کریں اس کا جواب انہیں کی زبان میں دینے کی بجائے سکوت اختیار کرو یہ جو فرمایا گیا کہ تم کہہ دو سلام کرتا ہوں اس کا معنی یہ نہیں کہ انہیں السلام علیکم کہا جائے کیونکہ غیر مسلم کو ان الفاظ سے سلام کرنا جائز نہیں بلکہ یہ ایک محاورہ ہے جب کسی شخص سے تعلق توڑنا ہو تو کہتے ہیں میری طرف سے سلام۔ بعض حضرات نے اس آیہ سے کفار کو سلام کہنے کا جواز لیا ہے وہ صحیح نہیں۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

1 الزخرف،43:89

# سورۃ الدخان

اس سورۃ کا نام الدخان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ایک آیہ پاک میں ''الدخان'' کا لفظ موجود ہے، یہ سورۂ پاک مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۂ پاک کی فضیلت کئی احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جمعہ کی رات کو سورۂ الدخان کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔[1]

ایک اور حدیث شریف سے یہی عنوان اس طرح ملتا ہے، جس شخص نے ایمان اور تصدیق کے ساتھ جمعہ کی رات کو ''حم الدخان'' پڑھی وہ صبح کو بخشا ہوا اُٹھے گا۔[2]

سیدنا عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ الدخان کی تلاوت فرمائی۔[3]

اس سورۂ پاک میں کفار مکہ کی عبرت کیلئے فرعون اور اس کی قوم کی مثال دی گئی ہے۔ اس سورۂ پاک میں آخرت کا ذکر تفصیل سے فرمایا گیا اس دن کفار کو سزا ہو گی ایمانداروں کو جزا۔ اس سورۂ پاک میں بت پرستی کی مذمت کی گئی ہے، کفار کی جہالت کا ذکر ہے، پتھروں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں کفار کو یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے مال و دولت پر نازاں نہ ہوں، تمہارا زندگی گزارنے کا یہ طریقہ صحیح نہیں، تمہارا انداز کبر و غرور حق سے انحراف دعوت حق کو ٹھکرانا، تمہیں قیامت کے دن مہنگا پڑے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل حم الدخان الرقم 2889 ص 163/5

2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی فضل حم الدخان الرقم 2889 ص 163/5

3 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 245/7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ
مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿٣﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ
اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿٤﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ
﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
﴿٦﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ
كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٧﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ
رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ بَلْ هُمْ فِيْ
شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ
بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۚ هٰذَا عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ صدق اللہ العظیم

حا میم (۱) واضح کتاب کی قسم (۲) بے شک ہم نے اس (کتاب) کو برکت والی رات میں اُتارا، بے شک ہم (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں (۳) اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے (۴) ہمارے پاس سے ایک حکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے، بے شک ہم ہی رسولوں کو بھیجنے والے ہیں (۵) آپ کے رب کی رحمت سے، بے شک وہی بہت سننے والا ہے بے حد جاننے والا ہے (٦) جو زمینوں آسمانوں اور درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو (۷) اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے، وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے سے پہلے باپ دادا کا (۸) بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں (۹) تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا (۱۰) کہ لوگوں کو ڈھانپ لے گا، یہ ہے دردناک عذاب (۱۱)

## قرآن کا نزول

حا میم حروف مقطعات ہیں جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، مفسرین نے کئی معانی مراد لئے ہیں مگر فقیر راقم الحروف کو یہی تاویل اچھی لگتی ہے کہ یہ حروف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز و نیاز کے ارشادات ہیں۔ واضح کتاب کی قسم کہ ہم نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا، برکت والی رات سے مراد

رمضان شریف کی شب قدر مراد ہے، شعبان المبارک کی پندرہویں رات اس رات کو شب قدر کہنے والوں میں حضرت قتادہ سر فہرست نظر آتے ہیں۔اس آیہ کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں ابراہیم علیہ السلام پر صحائف رمضان کی پہلی رات میں اُترے اور تورات چھ رمضان کو نازل ہوئی، زبور سولہ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل اٹھارہ رمضان کو اور قرآن مقدس ۲۴ رمضان کو نازل ہوا۔[1]

قتادہؒ کہتے ہیں: قرآن مقدس لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف شب قدر کو نازل ہوا پھر حسب ضرورت اُترتا رہا، امام فخر الدین رازی نے بہ کثرت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ لیلہ مبارکہ سے مراد رمضان مبارک کی شب قدر ہے۔[2]

قرآن مقدس نے کئی مقامات پر اس کو واضح کیا ہے،

''شھر رمضان الذی أنزل فیه القرآن''

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن کو نازل کیا گیا، بعض مفسرین کرام نے یہاں لیلہ مبارکہ سے مراد پندرہ شعبان کی رات مراد لی ہے مگر مضبوط اور صحیح پہلا قول ہی ہے کہ اس سے مراد رمضان المبارک کی شب قدر ہے۔[3]

ویسے پندرہ شعبان کی رات کی عظمت و برکت کے متعلق بہت سی روایات ملتی ہیں، سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: شعبان کی پندرہویں رات کو جاگا کرو اور اس کے دن کو روزہ رکھو جب سورج غروب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان اول پر اپنی شان کے لائق جلوہ فرماتا ہے اور اعلان فرماتا ہے: کوئی مغفرت طلب کرنے والا میں اسے معاف کر دوں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا اُسے رزق دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ اُسے مصیبت سے نجات دوں۔[4]

یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے۔ترمذی شریف کی ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے کہ پندرہ شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق لوگوں کو بخش دیتا ہے۔[5]

---

1 محمد بن عمر، (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 652/27

2 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 652/27

3 البقرہ، 1: 185

4 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی لیله النصف من شعبان الرقم 1388 ص 444/1

5 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب ما جاء فی لیله النصف من شعبان الرقم 1370

''اناکنا منذرین''

کے ارشاد میں کتاب مبین کی حکمت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ ہم مشکلات و مصائب سے بروقت آگاہ کر دیا کرتے ہیں کہ جو بچنا چاہے وہ اپنا بچاؤ کرے۔[1]

''فیھا یفرق''

کے ارشاد میں بتایا جارہا ہے کہ اس رات میں خدمات انجام دینے والے فرشتوں کو سال بھر کیلئے ان کے فرائض کے بارے تفصیل سے بتایا جاتا ہے۔[2]

ہر حکم ہماری بارگاہ سے صادر ہوتا ہے، ہماری طرف سے ہر فیصلہ عدل و احسان کا آئینہ دار ہوتا ہے ہم قرآن کو نازل کرنے والے ہیں اور صاحب قرآن ﷺ کو مبعوث کرنے والے ہیں، یہ انعامات سارے کے سارے تیرے رب کی رحمت ہیں وہ مخلوق کی التجاؤں کو سنتا ہے اور اُن کی ضروریات سے باخبر ہے۔ آسمانوں زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے مالک ہے خالق ہے جب ہر چیز کا وہ مالک ہے تو پھر کسی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ اُسے چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالے

''ان کنتم موقنین''

کے ارشاد میں کفار کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ زبانی طور پر تم کہتے ہو ہمارا خالق وہی ہے تو پھر اس کتاب اور اس رسول کے ماننے میں رکاوٹ کیا ہے، وہی معبود حقیقی ہے، وہی سبھی کو موت و حیات دیتا ہے، تمہارا رب ہی وہی ہے، تمہارے پہلوں کا بھی وہی ہے، ایسی مقدس ذات بابرکات سے رو گردانی، انکار دانشمندی نہیں، سراسر جہالت ہے۔[3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الدخان، 3:44
2 الدخان، 3:44
3 الدخان، 5:4:44

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ أَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا إِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾

صدق اللہ العظیم

اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں (۱۲) اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں ہے حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آچکے تھے (۱۳) پھر انہوں نے اس (رسول) سے اعراض کیا اور کہا یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں (۱۴) (اگر) ہم کچھ وقت کیلئے عذاب دور کر دیں تو بے شک تم (پھر کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو (۱۵) جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں (۱۶) اور بے شک ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں اُن کے پاس مقرر رسول آئے تھے (۱۷)

## کفار کی گرفت

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا کہ آپ دھوئیں والے دن کا انتظار کیجئے جب آسمان دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ دے گا یہ دردناک عذاب ہے، حضرت قتادہؓ اس آیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں معزز رسول! آپ کفار کے ساتھ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان پر واضح دھواں چھا جائے گا۔[1]

حضرت ابنؓ عباس فرماتے ہیں: قیامت کی علامتوں سے ایک علامت ہے، یہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا یہ قرب قیامت میں چالیس روز تک ظاہر ہو گا اور زمین و آسمان کی فضا کو بھر دے گا، مومنوں پر اس کا اثر معمولی زکام کی صورت میں ہو گا اور کفار کی ناکوں سے گزر کر کانوں کے سوراخوں سے نکلے گا یہ دھواں جہنم کے آثار سے ہے۔[2]

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں: یہ دھواں قیامت کے دن لوگوں میں ہیجان پیدا کر دے گا۔[3]

1 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی1225ھ)، تفسیر مظہری، ص369/8
2 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی1225ھ)، تفسیر مظہری، ص369/8
3 اسماعیل بن عمر، (المتوفی744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص249/7

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آسمان کے دھوئیں سے مراد کفار کی بھوک کی کیفیت مراد ہے۔[1]

جب حضور ﷺ نے کفار کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے خلاف دعا فرمائی تو ان پر قحط آگیا بھوک کی شدت میں جب وہ آسمان کی طرف دیکھتے تو ان کو دھوئیں کی طرح نظر آتا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا سے ان کی یہ کیفیت، ختم کردی مطمئن ہو گئے تو پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔

''ربنا اکشف عنا''

میں ان کی درخواست کا ذکر ہے، دھوئیں سے پریشان ہو کر کہیں گے: اے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں، ان کی اس درخواست پر حکم ہو گا اب ان کے نصیحت قبول کرنے کا وقت کہاں؟[2]

حالانکہ ان کے پاس واضح ہدایت دینے والے رسول آچکے ہیں، عذاب ٹل جانے کے بعد انہوں نے رسول سے اعراض کیا اور کہا یہ سکھائے ہوئے دیوانے ہیں کہ انہیں جنون کاہنوں نے سکھایا پڑھایا ہے، جب ہم ان سے کچھ وقت کیلئے عذاب دور کر دیتے ہیں پھر کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں ان کے اس عمل کے بعد فرمایا جس دن ہم بہت سخت گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے واہے ہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ''سخت گرفت والے'' دن سے مراد جنگ بدر کا دن ہے۔ ان کے انتقام کے ذکر کے بعد فرعون کی آزمائش کا ذکر فرمایا کہ جب اس پر عذاب نازل ہوا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا ہم عذاب سے بچ جائیں تو ایمان لائیں گے پھر وہ ایمان نہ لائے حتی کہ غرق کر دیئے گئے۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب یغشی الناس ھذا عذاب الیم الرقم 4821 ص 6/131
2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب یغشی الناس ھذا عذاب الیم الرقم 4821 ص 6/131
3 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 7/251

اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِؕ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ
اَمِیۡنٌ ﴿ۙ۱۸﴾ وَّاَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِؕ اِنِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ
بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿ۚ۱۹﴾ وَاِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ
اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ﴿۫۲۰﴾ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ
فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنَّ ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ
مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾ صدق اللہ العظیم

اللہ کے بندو! بنی اسرائیل کو میرے سپرد کر دو، بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں (۱۸) اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں (۱۹) اور بے شک میں تمہارے سنگسار کرنے سے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں (۲۰) اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ (۲۱) پس انہوں نے اپنے رب سے دعا کی یہ مجرم لوگ ہیں (۲۲)

## موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا ہم نے اس سے پہلے فرعونی قوم کو آزمایا ہے اور ان کے پاس معزز رسول آئے تھے۔اس آیہ کریمہ میں اس معزز رسول کے ارشاد کو ذکر فرمایا گیا کہ اس نے کہا تھا: بنی اسرائیل کو میرے سپرد کر دو میں امانت دار رسول ہوں۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں: اس آیہ کا معنی یہ ہے تم میرے ساتھ اللہ کے ان بندوں کو بھیج دو، تم نے ان کو غلام بنا رکھا ہے اور مصائب میں ڈال رکھا ہے۔[1]

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ لوگو! تم غور سے میری بات سنو کہ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں میں اللہ کے پیغام اور اس کی وحی کا امین ہوں تم میری نصیحت کو قبول کرو۔اس کے بعد فرمایا گیا: اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اس کی اطاعت سے سر نہ پھیرو۔

یحییٰؒ بن سلام کہتے ہیں: اللہ کی عبادت کرنے سے تکبر نہ کرو، قوم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم تمہیں سنگسار کریں گے، تو آپ نے جواب میں فرمایا میں تمہاری دھمکیوں سے اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دے چکا ہوں، اس سے کہ تم مجھے رجم کرو۔[2]

1 اسماعیل بن مصطفیٰ(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص410/8
2 اسماعیل بن مصطفیٰ(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص410/8

رجم کے معنی سنگسار کرنے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کے بھی آتے ہیں اور کسی کو گالی دینے کے بھی، دونوں مراد ہو سکتے ہیں لیکن یہاں سنگسار کرنے کے معنی ہی مراد ہیں کہ قوم فرعون نے قتل کی دھمکیاں دی تھیں۔

اس معزز رسول نے کہا: اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ، پھر اپنے رب سے دُعا کی یہ مجرم لوگ ہیں، جب قوم فرعون نے کفر کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دُعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں، انہوں نے ایمان لانے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

صدق اللہ العظیم

تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ، بے شک تمہارا تعاقب کیا جائے گا (۲۳) آپ سمندر کو یوں ہی ساکن چھوڑ کر چلے جائیں، بے شک اُن کا لشکر غرق کر دیا جائے گا (۲۴) وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے (۲۵) اور کھیت اور خوش رنگ عمارتیں (۲۶) اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کر رہے تھے (۲۷) اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان سب چیزوں کا دوسروں کو وارث بنا دیا (۲۸) سو اُن کی بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی (۲۹)

## اطاعت کرنے کا صلہ

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ قدس میں عرض کی: یا اللہ! یہ مجرم لوگ ہیں اس کے جواب میں بارگاہ قدس سے حکم ملا، وحی ہوئی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ یعنی بنی اسرائیل سے ان لوگوں کو لے کر چلے جاؤ جو اللہ پر اور حضرت موسیٰ پر ایمان لا چکے ہیں، رات کو سفر کرنے میں یہ حکمت واضح ہے کہ اگر یہ سفر دن کو ہوتا تو قوم فرعون کو بتا دیتی اور بنی اسرائیل سے مزاحمت ہوتی یا اس وجہ سے بھی رات کے سفر کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل قوم فرعون سے اس قدر خائف تھے، ان کے سفر کی ہمت ہی نہ پڑی۔ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی سمندر کو ایسے ہی ساکن چھوڑ کر چلے جائیں وہ اس میں غرق کر دیئے جائیں گے۔

''رھواً''

کے کئی معنی ہیں، ایک معنی سکون سے چلنے کا بھی ہے، اس صورت میں معنی یہ ہو گا آپ کسی خوف گبھراہٹ کے بغیر سفر پر روانہ ہوں۔[1]

قوم فرعون کی حالت کا ذکر فرمایا کہ وہ متکبر مغرور لوگ کتنے ہی باغات چشمے، عمارتیں چھوڑ کر چلے گئے اور ہم نے دوسروں کو ان کا وارث بنا دیا۔ دریائے نیل کے دونوں طرف باغات اور کھیتوں کی کثرت تھی، بلند و بالا عمارتیں تھیں یہ تمام نعمتیں دنیا میں چھوڑ کر چلے گئے اور بہ طور نشان عبرت فرعون اور اس کی قوم کا نام رہ گیا، ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی ''ان کی اس حالت پر نہ آسمان رویا نہ زمین '' یہ عربوں کا محاورہ تھا، جب کوئی سردار مر جاتا تو کہتے اس کی موت پر آسمان و زمین والے رو رہے ہیں، یعنی اس کی موت مصیبت ہے جو تمام چیزوں پر چھا گئی ہے۔

اس آیہ کریمہ کا معنی یہ ہوا کہ قوم فرعون ہلاک ہو گئی اور کسی نے بھی اس کی موت کو کوئی بڑا حادثہ نہیں سمجھا، ان کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں آیا، ان کے مرنے پر نہ آسمان والے فرشتے روئے نہ زمین والے انسان روئے بلکہ ان کی بربادی پر خوش ہوئے، البتہ مومن کی موت پر آسمان روتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مومن کیلئے آسمان میں دو دروازے ہوتے ہیں، ایک دروازہ سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے دوسرے سے اس کا عمل داخل ہوتا ہے، جب وہ فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 الدخان،44:24

2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب و من سورۃ الدخان الرقم3255ص5/380

محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب و من سورۃ الدخان، ص5/233

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ الْءَايَٰتِ مَا فِيهِ بَلَٰٓؤٌا مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِءَابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾



اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت والے عذاب سے نجات دی تھی (۳۰) وہ عذاب فرعون کی جانب سے تھا، بے شک وہ متکبر اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا (۳۱) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دانستہ (اس وقت) تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی (۳۲) اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں واضح آزمائش تھی (۳۳) بے شک یہ لوگ ضرور کہیں گے (۳۴) ہماری صرف یہی موت ہے جو دنیا میں پہلی بار آئی تھی اور ہمارا حشر نہیں کیا جائے گا (۳۵) اگر تم سچے ہو تو ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے کر آؤ (۳۶)

## بنی اسرائیل کی فضیلت

پچھلی آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور فرعونیوں کی بربادی کا ذکر تھا، اس آیہ پاک میں بنی اسرائیل کی فضیلت کا ذکر فرمایا جارہا ہے، فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے بیٹے قتل کر دیئے جاتے تھے اور بیٹیاں زندہ رہنے دی جاتی تھیں۔ بنی اسرائیل سے انتہائی مشکل کام لئے جاتے تھے، فرعون سرکش تھا مشرک تھا بلکہ خود خدائی کا دعویدار تھا، اللہ کو منظور تھا کہ بنی اسرائیل سے انبیاء علیہم السلام آئیں گے، اللہ نے انہیں فرعون کی بالادستی سے نجات دی اور ان کے زمانہ کے لوگوں پر فضیلت دی، موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر سرفرازی بخشی، فرعون سے نجات دینا، سمندر چیر کر بارہ راستے بنانا، میدان تیہ میں من و سلویٰ کا رزق دینا، بادل سے سایہ کرنا، موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا عطا کرنا، یہ ساری فضیلتیں تھیں جن سے اللہ نے انہیں نوازا، ان تمام انعامات میں آزمائش تھی۔

اگلی آیہ پاک میں کفار کی سرکشی کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ حشر نشر کا انکار کریں گے اور کہیں گے: اگر تم سچے ہو تو ہمارے مردے باپ دادا کو لے آؤ، حضور ﷺ سے کہتے تھے: اگر واقعی قیامت کا کوئی مسئلہ ہے تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھائیں یہ کہنے والا ابو جہل تھا، اس نے کہا تھا: اگر ہمارے باپ دادا زندہ ہو کر آئیں گے تو ہم ان

سے پوچھیں گے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے، کفار کے کہنے پر ایسا نہ ہوا اگر مردے زندہ ہو جاتے تو پھر ان کا ماننا بالغیب نہ رہتا، مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خبروں پر بن دیکھے ایمان لایا جائے، کفار کے اس اعتراض کا جواب یہی ہے کہ مردوں کی دوبارہ زندگی کا دعویٰ آخرت میں کیا جا رہا ہے، دنیا میں موت و حیات قدرت کے مخصوص قوانین کی پابند ہے اگر اللہ تعالیٰ اس وقت کسی کو دوسری زندگی عطا نہیں فرما رہا تو یہ اس بات کی دلیل کیسے بن گئی کہ آخرت میں بھی وہ دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

اس آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی غلامی کو عذاب مبین کہا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے آزادی اللہ کی بڑی نعمت ہے اور اس کا سلب ہو جانا عذاب ہے ہم پاکستانیوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے ہمیں انگریز کی غلامی سے بچایا اور اس مصیبت سے بچنے کا بہترین شکر یہ ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام حیات قائم کریں ورنہ ناشکری ہے اور ناشکری کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
اَهْلَكْنٰهُمْ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا
خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ
مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾
اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

صدق اللہ العظیم

کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قوم تبع کے لوگ اور وہ جو ان سے پہلے تھے ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تھا، بے شک وہ مجرمین تھے (۳۷) اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کے اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا (۳۸) ہم نے ان کو صرف حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۳۹) بے شک فیصلہ کا دن ان سب کیلئے مقرر کیا ہوا ہے (۴۰) جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آ سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی (۴۱) سوا ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے، بے شک وہ بہت بڑا غالب بے حد رحم فرمانے والا ہے (۴۲)

## کفار مستحق عذاب

اس آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ کفار اپنے کفر کے سبب عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں کہ یہ قوم تبع اور دوسری برباد قوموں سے کوئی بشتر نہیں جب ہم نے انہیں برباد کر دیا جو مال و دولت سامان اسباب کے لحاظ سے ان سے بہت آگے تھے تو ان کا ہلاک کر دینا بھی کوئی بعید نہیں۔ تبع کے بارہ میں محمد بن جریرؒ[1] طبری لکھتے ہیں: یہ قبیلہ حمیر کا ایک شخص تھا وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا، اس نے یمن کو فتح کر لیا، سمرقند تک پہنچا اُسے بھی برباد کر دیا۔[2]

حضرت سہیل بن سعیدؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: کہ تبع کو برا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ قرآن مقدس نے تبع کی قوم کا ذکر کیا ہے۔[3]

تبع کا نہیں اس کی قوم میں اہل کتاب بھی تھے اور کاہن بھی ان دونوں میں اختلاف ہوا تو تبع نے کہا تم دونوں فریق قربانی پیش کرو جو سچا ہو گا اس کی قربانی کو آگ کھا جائے گی، چنانچہ دونوں نے قربانیاں پیش کیں، اہل کتاب کی قربانی کو آگ کھا گئی اور یہ سچے ثابت ہوئے، کاہن مار کھا گئے اس کے بعد تبع اہل کتاب کے تابع ہو کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تبع کعبہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے نکلا تو اس پر شدید درجہ کی آندھی چلی، سخت طوفان تھا، تبع نے اپنے علماء سے پوچھا: میرے خلاف یہ کیا چیز مسلط کر دی گئی ہے؟[4]

علماء نے کہا آپ اس گھر پر حملہ کی غرض سے آئے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے، تبع نے کہا پھر اس قہر سے مجھے کیا شے بچا سکتی ہے، انہوں نے کہا تم احرام باندھ کر

''اللهم لبيك''

---

1 محمد بن جریر طبری آپ عہد عباسی کے مشہور مفسر اور مؤرخ تھے آپ کا تعلق طبرستان سے تھا آپ کی مشہور تصنیف البیان ہے انتقال 310ھ کو ہوا

2 محمد بن جرير (المتوفى 310ھ)، تفسير طبرى، ص 240/22

3 احمد بن حنبل (المتوفى 241ھ)، مسند احمد، باب حديث ابى بن مالك سهل بن سعد الرقم 22880 ص 519/37

4 محمد بن جرير (المتوفى 310ھ)، تفسير طبرى، ص 44/22

کہتے ہوئے داخل ہو اور اس گھر کا طواف کرو جب تم نے اخلاص سے اس پر عمل کیا تو آندھی کا طوفان ختم ہو جائے گا، تبع نے اسی طرح کیا تو آندھی کا طوفان گزر گیا۔

تبع نے کہا: میری نیت تھی کہ کعبہ کو خراب کروں گا، اس شہر کے مردوں کو قتل کروں گا، عورتوں کو قید کروں گا اس بدنیتی پر اس پر شدید قسم کا مرض طاری ہو گیا بہت علاج معالجہ کیا مگر صحت نہ ہوئی پھر اُسے ایک عالم نے کہا تم اپنی نیت صاف کرو، کعبہ کی بربادی کا خیال دل سے نکالو، اس گھر کا محافظ خود اللہ ہے، تبع نے تمام برے ارادے دل سے نکال دیئے تو اللہ نے اسے صحت عطا فرمادی۔

اب اس نے ابراہیم علیہ السلام کا دین اختیار کیا اور صحت و سلامتی سے اپنے گھر پہنچ گیا، یہ ساری باتیں تاریخ دمشق میں موجود ہیں، پہلا شخص یہی تھا جس نے کعبہ کو غلاف پہنایا اور اہل مکہ کو کعبہ کی حفاظت کا حکم دیا۔ حضور ﷺ کی جلوہ گری تبع کے ایک ہزار سال بعد ہوئی، اس نے اپنے لشکر سمیت مدینہ منورہ میں قیام کیا، آگے جانے کا حکم دیا تو علماء نے انکار کر دیا پوچھا کیوں؟ علماء نے کہا: آخرالزماں رسول کی مہک اس خطے سے محسوس ہو رہی ہے پھر تبع نے انہیں مکانات بنا کر دیئے اور ایک خط لکھا کہ یہ حضور کو پہنچا دیا جائے، بڑے عالم کو دیا وہ خط چلتا چلتا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچا، حضور ﷺ اپنی اونٹنی سے اُتر کر ابو ایوب انصاری کے مکان پر گئے، دستک دی ابو ایوب نے دروازہ کھولا، حضور ﷺ نے السلام علیکم کے بعد فرمایا:

''ھات کتابی''

میرا خط دو

دراصل یہ مکان تبع نے حضور ﷺ کیلئے ہی بنوایا تھا۔[1]

امام ابن اسحاقؒ نے روایت کی ہے: اس نے اپنے وارثوں کے پاس جو تحریر رکھوائی تھی اس میں ذکر تھا کہ میں حضور پر ایمان لایا، آپ کے رب پر ایمان لایا، حضور! اگر میں نے آپ کو پالیا تو بہتر اگر نہ پاسکوں تو آپ میری شفاعت کریں اور قیامت کے دن مجھے نظر انداز نہ کریں۔[2]

1 اسماعیل بن مصطفیٰ(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص421/8

2 اسماعیل بن مصطفیٰ(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص421/8

اگلی آیہ پاک میں فرمایا کہ ہم نے زمین وآسمان کو اور ان کے درمیانی چیزوں کو بے فائدہ نہیں بنایا، یہ حق کے ساتھ پیدا کیئے گئے ہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ، فرمایا کھیل کود میں اور ان کے درمیانی چیزوں کو بے فائدہ نہیں بنایا، یہ حق کے ساتھ پیدا کیئے گئے ہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ فرمایا قیامت کا دن کھیل کود میں انسان اکثر چیزوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ قرآن مقدس نے فرمایا: فیصلہ کا دن سب کیلئے مقرر کیا ہوا ہے قیامت کے دن کو فیصلہ کا دن فرمایا گیا، اس لئے کہ جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا یہ دن مومنوں کے حق میں اس لئے فیصلہ کا دن ہو گا کہ اس دن اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ چیزوں اور ایمانداروں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، اور کفار کے حق میں فیصلہ کا دن اس لئے ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے ارادوں کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔

سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس دن فیصلہ فرمادے گا، نیک اور بد کو الگ الگ کر دے گا[1]

اس دن کی ہیبت کو اس طرح فرمایا گیا کہ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آسکے گا، اور نہ اس کی مدد کی جائے گی، اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر یہ اس طرح فرمایا اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا سوا ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے گا، وہ غالب ہے رحم فرمانے والا ہے، جن پر رحم فرمائے گا ان کے متعلق انبیاء علیہم السلام کو شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، سب سے پہلے ہمارے رسول پاک ﷺ شفاعت فرمائیں گے، پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام پھر اولیاء مومنین ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ

بے شک تھوہر کا درخت (۴۳) گناہگاروں کا کھانا ہے (۴۴) جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا (۴۵) جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے (۴۶) (اللہ فرمائے گا) اس کو پکڑو بس اس کو گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط کی طرف لے جاؤ (۴۷) پھر اس

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الذکر الشافعه الرقم 4325 ص 21446

تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ ﴿۵۱﴾ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿ۚ۵۲﴾ یَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴿ۚ۵۳﴾ کَذٰلِکَ ۟ وَ زَوَّجۡنٰہُمۡ بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ ﴿۵۴﴾ صدق اللہ العظیم

کے سر کے اوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو (۴۸) چکھ تو بہت معزز بنتا تھا (۴۹) بے شک یہ ہے وہ (عذاب) جس میں شک کیا کرتے تھے (۵۰) بے شک متقین جنتوں اور چشموں میں امن میں ہوں گے (۵۱) اور وہ دبیز ریشم کا لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۵۳) ایسا ہی ہو گا، اور ہم بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کی بیویاں بنائیں گے (۵۴)

## کفار کے لیے قیامت کی کیفیت

اس آیہ کریمہ میں کفار کیلئے قیامت کے دن عذاب کا ذکر فرمایا جارہاہے کہ تھوہر کا درخت ان کا کھانا ہو گا وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا، تھوہر کا درخت دوزخ میں اُگتا ہے جسے دوزخیوں کا طعام فرمایا جارہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر جہنم کے زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو وہ تمام لوگوں کی زندگیوں کو خراب کر دے گا۔ زقوم کی خوراک کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں کھولتی ہو گی۔[1]

ان آیات مبارکہ میں ارشاد فرمایا جارہاہے جو شخص اپنی خواہش کے بتوں کی پرستش کرتا ہوا نفسانی لذات میں رہا، قیامت کو ایک تلخ، کڑوی، بدذائقہ خوراک ہو گی، فرشتوں کو حکم ہو گا اسے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالو، فرشتے اُسے دوزخ کے وسط میں لے جائیں گے پھر اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جو اس کے پیٹ تک چلا جائے گا اور انتڑیوں کو کاٹتا ہوا قدموں تک پہنچ جائے گا پھر اُسے کہا جائے گا، عذاب چکھو تو معزز و مکرم بنتا تھا، فرشتے اس سے یہ بات استہزاء کے طور پر کہیں گے تو بڑا معزز مکرم بنتا تھا۔

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں: ایک موقعہ پر ابو جہل اور حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی حضور نے فرمایا اللہ سے ڈر تیری خرابی ہو ابو جہل نے کہا: آپ اور آپ کا رب دونوں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں اس وادی میں دونوں پہاڑوں کے درمیان سب سے زیادہ مکرم ہوں، اللہ رب العزۃ نے اسے جنگ بدر میں رُسوا کیا ہلاک کر دیا۔[2]

---

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الذکر الشافه الرقم 4325 ص 2/1446
احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب مسند عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب الرقم 2735 ص 4/467

2 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 7/260
اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، باب سورۃ الدخان ص 49: 44 ص 7/239

اس موقعہ پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ تو دنیا میں اپنے کو معزز و مکرم سمجھتا تھا اب یہ عذاب چکھو، یہ وہی عذاب ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد متقین کے انعامات کا ذکر فرمایا،

پہلی نعمت یہ کہ وہ امن میں ہوں گے، دوسری نعمت یہ کہ جنتوں اور چشموں میں ہوں گے، تیسری نعمت یہ کہ باریک ریشمی لباس پہنے ہوں گے، چوتھی نعمت یہ کہ حوریں اُن کی بیویاں ہوں گی۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا
يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ
وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ
بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ
اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ صدق اللہ العظیم

وہ وہاں سکون سے ہر قسم کے میوؤں کو طلب کریں گے (۵۵) وہ جنت میں دنیا کی پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں دیکھیں گے، اور اللہ انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا (۵۶) آپ کے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے (۵۷) ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۵۸) سو آپ انتظار کیجئے، بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں (۵۹)

## ایمانداروں کے انعامات

ایمانداروں کے انعامات کا ذکر فرمایا جارہاہے، پانچویں نعمت یہ کہ ہر قسم کے پھل کھائیں گے، چھٹی نعمت یہ کہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے، ''مقام امین'' وہ جگہ ہے جہاں انبیاء، اولیاء، صدیقین اور شہداء کی مجلس ہوتی ہے اور جو شخص اس مجلس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں وہ اللہ کے فضل سے محروم نہیں ہوتے اور آخرت میں ان کی مجلس میں عذاب سے امن ہوتا ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا: آپ کے رب کے فضل سے یہی بڑی کامیابی ہے اس سے بڑی کوئی اور کامیابی نہیں ہے کیونکہ جنت میں ہونا تمام ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیزوں سے خالی ہونا ہے اور جب کہ موت اس عظیم کامیابی کا وسیلہ اور دروازہ ہے اس لئے کہا جاتا ہے موت مومن کا تحفہ ہے، موت ایک وجہ سے ہلاکت ہے تو

دوسرے طریقہ سے کامیابی ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ موت میں خیر ہے، مومن کیلئے اس لئے خیر ہے کہ وہ دنیا کے قید خانہ سے بچ کر جنت کی دائمی راحتوں میں پہنچ جائے گا۔"فانما یسرناہ"

کے ارشاد میں فرمایا گیا ہے ہم نے قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کیا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[1]

معنی یہ ہوا کہ ہم نے قرآن مجید کو آپ کی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ اہل مکہ اس قرآن کو آسانی سے سمجھ سکیں اور اس کے احکام اور اس کے پیغام پر عمل کریں اگر وہ عمل نہیں کرتے تو آپ انتظار کیجئے کہ کفار کیلئے جو سزا مقرر کی گئی ہے وہ ان کو کب ملتی ہے اور وہ بھی انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کے اوپر آفات نازل ہوں، عنقریب آپ کی اُمید پوری ہو گی اور ان کو سزا ملے گی اور آپ پر کوئی مصیبت نازل نہیں ہو گی اور وہ جس چیز کا انتظار کر رہے ہیں انہیں حاصل نہیں ہو گی اور ان کی اُمیدوں پر پانی پھر جائے گا۔

اس آیہ مبارکہ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ محبوب! (ﷺ) آپ نے جو تبلیغ اسلام پر مشکلات برداشت کی ہیں اس پر اجر کا انتظار کیجئے اور انہوں نے آپ کے حکم کو مسترد کر کے جس ضد کا اظہار کیا ہے وہ عذاب کا انتظار کرنے والے ہیں۔

سیدنا امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر قرآن مجید کا پڑھنا آسان نہ کرتا تو مخلوق میں طاقت کہاں تھی کہ وہ خدا کا کلام اپنی زبان پر لا سکتی۔[2]

وَصلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

1 الدخان،58:44

2 اسماعیل بن مصطفیٰ(المتوفی1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص428/8

# سورۃ الجاثیہ

اس سورۃ پاک کا نام جاثیہ ہے، اس میں چار رکوع اور سینتیس آیات ہیں۔ اس سورۃ کا آغاز بھی ''حٰم'' سے ہی ہے، اس سورۂ پاک میں عقیدہ توحید پر دلائل فرمائے گئے ہیں، خدا کو ایک ماننے کیلئے لوگوں کی توجہ ان نشانات قدرت کی طرف دلائی گئی ہے جنہیں دیکھ سمجھ کر لوگ توحید کے قائل ہو جائیں، ان نشانات قدرت میں سے زمین و آسمان کی تخلیق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، دن رات کی تبدیلی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جانوروں کی بے شمار اقسام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان نشانات قدرت سے کوئی جاہل جھوٹا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا، ان کی قدر و منزلت کو اہل علم اہل فکر و اہل تدبر ہی جان سکتے ہیں۔ اس سورۂ پاک میں بنی اسرائیل پر بے پناہ انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اُنہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت دی گئی مگر بنی اسرائیل نے مختلف گروہوں میں بٹ کر اپنی اس عظمت کو برباد کر دیا، حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب! آپ ان جاہلوں کی اطاعت سے بچیں آپ کا نظام حیات جامع ہے، مفید ہے، کامیاب ہے۔ اس سورۂ پاک میں حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان اور قرآن حکیم کو خدا کی کتاب تسلیم کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۂ پاک کے آخر میں قیامت کے دن کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ مخلوق کو جمع فرمائے گا، اس دن نیکوں کو جزا اور بروں کو سزا ہو گی۔ صالحین جنت میں اور بد کردار جہنم میں جائیں گے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ
﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾



حا میم (۱) اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو بہت غالب بے حد حکمت والا ہے (۲) بے شک آسمانوں اور زمینوں میں ایمانداروں کیلئے نشانیاں ہیں (۳) اور تمہاری تخلیق میں اور ان جانداروں میں جن کو زمین میں پھیلایا گیا ہے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں (۴) رات اور دن کے اختلاف میں اور اللہ نے آسمان سے جو رزق نازل کیا ہے پھر اس (پانی) سے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اس کو زندہ کیا، اور ہواؤں کے چلانے میں عقل و سمجھ والوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں (۵) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جن کی ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں، اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد اور کس کتاب پر ایمان لائیں گے (۶)

## حاکمیت الٰہیہ

حا میم حروف مقطعات سے ہیں، ان پر پہلے تبصرہ ہو چکا ہے، مفسرین کرام نے اپنے اپنے علم و ذوق کے مطابق حروف مقطعات کے معانی بیان کئے ہیں، مجھے جی بھاتا معنی یہی لگتا ہے کہ یہ اللہ اور رسول اللہ کے درمیان راز ہیں، سورۃ کے آغاز میں کتاب کے نازل ہونے کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ کتاب بہت غالب بے حد حکمت والے کی طرف سے ہے اور جو ذات غالب ہے حکمت والی ہے اس کی طرف سے کوئی کام بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ زمین و آسمان کے پیدا کرنے میں ایمانداروں کیلئے نشانیاں ہیں، زمین و آسمان کا وجود اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلالت کرتا ہے، آسمانوں میں چاند تارے سورج کا وجود ان کا سفر کرنا، وقت مقررہ پر طلوع و غروب ہونا اور زمین

پر پہاڑوں کا وجود، درختوں کی کثرت، حیوانات کا ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ چاند تاروں سورج کا ایک حسین نظام ہے جو باقاعدگی سے چل رہا ہے۔ آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ یہ نشانیاں مومنین کیلئے ہیں یہ اس لئے فرمایا گیا کہ ان نشانیوں سے فائدہ صرف ایماندار ہی اٹھاتے ہیں، یہ ارشاد ایسے ہی ہے جیسے قرآن مقدس نے فرمایا: قرآن متقین کیلئے ہدایت ہے حالانکہ ہدایت تو سب کیلئے ہے مگر چونکہ فائدہ متقین اٹھاتے ہیں، اس لئے ذکر ہے۔ رات دن کا بدل بدل کر آنا قدرت کی نشانی ہے، آسمان سے پانی اُتارنا، مردہ زمین کو حیات بخشنا، نشانات قدرت سے ایک ہے، ہواؤں کا مختلف انداز میں کبھی گرم کبھی سرد کبھی صاف کبھی گردو غبار، سب چیزیں عقل مندوں کیلئے نشانیاں ہیں، جس سے وہ استدلال کر کے اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیہ مبارکہ میں دن رات کی تبدیلی کی نشانی فرمایا گیا کبھی دن لمبا کبھی رات لمبی ہے، ہواؤں کے چلنے کو نشانی فرمایا گیا کبھی مشرق سے مغرب، کبھی مغرب سے مشرق، کبھی جنوب سے شمال، کبھی شمال سے جنوب، ان ہواؤں میں الگ الگ خصوصیات کا ہونا نشان قدرت ہے۔

آیہ کے آخر میں فرمایا: گیا قرآن مقدس آخری کتاب ہے، ہر لحاظ سے کامل ہے، اکمل ہے، مکمل ہے ہدایت ہے، اس کے بعد کسی کتاب کا آنا نہیں، جب تم اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اور کس پر لاؤ گے، اس ارشاد میں جہاں کفار کی مذمت ہے وہاں ایمانداروں کی تعریف بھی واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ قرآن سن کر ایمان لاتے ہیں وہ قابل قدر ہیں، فضیلت والے ہیں ایسے ایمانداروں کے فضائل میں بہت سی روایات ملتی ہیں، حضرت ابوامامؓ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: اس شخص کیلئے ایک خوشی ہے جس نے مجھے دیکھا اور ایمان لایا اور جس نے دیکھا نہیں اور ایمان لایا اس کیلئے سات خوشیاں ہیں۔[1]

قرآن مقدس کی آیات بینات کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں نور ایمان پیدا نہیں ہوتا تو اس کے ظلمت کدہ دل میں کسی اور ذریعہ سے روشنی نہیں کی جاسکتی۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 428/8

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝٧ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ
تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ
يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٨ وَاِذَا عَلِمَ
مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا
يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠
هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ
عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١



ہر بہتان تراشنے والے بدکار کیلئے ہلاکت ہے (۷) وہ اللہ کی آیات کو سنتا ہے جو اس پر تلاوت کی جاتی ہیں پھر تکبر کرتے ہوئے (کفر پر) اڑا رہتا ہے جیسے اس نے اُن آیتوں کو سنا ہی نہیں، سو ایسے کو درد ناک عذاب کی بشارت دے دیں (۸) اور جب اُسے ہماری آیات سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو اسے مذاق بنالیتا ہے انہیں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے (۹) ان کے پیچھے دوزخ ہے، اور ان کے کئے ہوئے عمل کسی کام نہیں آئیں گے اور نہ وہ (ان کے کام آسکیں گے) جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا مددگار بنالیا اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے (۱۰) یہ کتاب ہدایت ہے، اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کیلئے شدید درد ناک عذاب ہے (۱۱)

## کفار کا انجام

اس آیہ کریمہ میں کفار کے لئے عذاب کا ذکر فرمایا جارہا ہے اور یہ عذاب اس بناء پر ہے کہ وہ جھوٹے ہیں بدکردار ہیں وہ آیات خداوندی کو سنتے تو ہیں مگر ماننے کیلئے نہیں بلکہ ان آیات پر طنز، تنقید اور جھٹلانے کیلئے سنتے ہیں، سن کر مذاق اُڑاتا ہے مغرور ہو کر ضد پر اڑے رہتے ہیں، گویا انہوں نے آیات ربانی کو سنا ہی نہیں ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں آیات ربانی پر کوئی معقول اعتراض ہے بلکہ ان کا کفر محض غرور، ضد اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے اور ان کی یہ ضد انہیں حضور ﷺ کے قریب نہیں آنے دیتی۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا: محبوب! ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر سنادیں، اس ضد میں نضر بن حارث پیش پیش تھا یہ مختلف شہروں میں جاتا وہاں سے قصے کہانیاں سنتا اور رسائل کتب خرید کر لاتا، جب حضور ﷺ لوگوں کو قرآن مجید سناتے تو یہ

آپ کے مقابلہ میں مجمع لگا کر ان کہانیوں کو سناتا اور مذاق اُڑاتا۔ بعض مفسرین نے کہا: یہ آیہ حارث بن کلاہ کے بارے میں نازل ہوئی، بعض کا کہنا ہے اس سے مراد ابو جہل اور اس کے ساتھی ہیں، ''کل'' کا لفظ بتاتا ہے خواہ نزول کے آیت کے پس منظر میں یہ تینوں افراد ہوں لیکن مراد ہر وہ شخص ہے جو ان جیسی صفات کا حامل ہو۔ فرمایا: جب اس شخص کو ہماری نازل کی ہوئی آیات میں سے کسی آیت کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے مذاق بنالیتا ہے صرف ایک آیت پر نہیں بلکہ پورے قرآن پاک کی مخالفت کرتا ہے، ایسے لوگوں کی سزا کا ذکر فرمایا کہ ان کے پیچھے دوزخ ہے اور ان کے کیئے ہوئے عمل ان کے کام نہیں آئیں گے اور وہ بھی ان کے کام نہیں آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا مددگار بنا رکھا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں ایسے لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو قرآن کریم سنتے تو ہیں مگر بے نیازی سے، لاپرواہی سے، قرآنی احکام کو اہمیت نہیں دیتے، ان کا یہ کردار آج کی بات نہیں پہلے لوگوں میں بھی تھا جس کے باعث عذاب عظیم کے اہل ٹھہرائے گئے، یہ بھی نصیحت ملتی ہے جب کوئی قرآن کریم کا ارشاد کوئی نکتہ سامنے آئے تو قبول کرنا چاہئے اسے رد نہ کیا جائے، یہ بھی پتہ چلتا ہے قرآن کریم کتاب ہدایت ہے لیکن ان کیلئے جو قرآن مقدس کو مانتے ہیں، منکر ضدی ہٹ دھرم کیلئے ہدایت نہیں وہ منکر ضدی تو دوزخ میں جائے گا۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ

اللہ ہی نے سمندر کو تمہارے تابع کیا ہے، اس کے حکم اسے اس میں کشتیاں چلتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کر سکو اور تاکہ شکر ادا کرو (۱۲) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے فوائد کے تابع کر دیا ہے، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں (۱۳) آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے در گزر کریں جو اللہ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے تاکہ اللہ

صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۵﴾

ایک قوم کو اس کے کیئے ہوئے کاموں کا بدلہ دے (۱۴) جس شخص نے کوئی نیکی کی تو اس کا نفع اس کو ملے گا، اور جس شخص نے کوئی برائی کی تو اس کا وبال اس پر ہو گا، پھر تم سب لوگ اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۱۵)

## سمندروں کو تابع کرنا

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا سمندر کو تمہارے تابع کیا کشتیوں کا سمندر میں چلنا، تسخیر کا ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہواؤں کو اس سمت چلانا جس سمت کشتی جارہی ہے اگر ہوا مختلف سمت کی ہو تو کشتی کا چلنا مشکل۔ مسخر کرنے کا ایک پہلو دوسرا بھی ہے کہ ہزاروں من وزن لئے کشتیاں سمندر میں تیر رہی ہیں حالانکہ معمولی وزن کو پانی نگل جاتا ہے مگر یہاں ہزاروں من پانی اُٹھا رہا ہے، مسخر کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیران کن صلاحیتوں سے نوازا ہے، جہازوں، کشتیوں کو بنانا، ان کے اندر انجنوں کا رکھنا، تیل گیس کو بطور ایندھن استعمال کرنا، سمندر کو مسخر کرنے کا فلسفہ فرمایا کہ تم اس کے فضل رزق کو تلاش کرو اور شکر ادا کرو، فرمایا: زمینوں آسمانوں میں جو کچھ ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ تم غور و فکر کرو، فرمایا جو کچھ آسمانوں زمینوں میں ہے سب کچھ تمہارے فوائد کیلئے ہے۔ سورج میں روشنی ہے تو تمہارے فائدہ کیلئے، اگر سورج موجودہ سطح سے بلند ہوتا تو ہم سردی سے ٹھٹھر جاتے، اگر اس سطح سے نیچے ہوتا تو گرمی سے مر جاتے، سورج کی گرمی نہ ہوتی فصلیں کیسے پکتیں، چاند کی روشنی میں بے شمار فوائد ہیں، چاند کی روشنی سے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، زمین کی مٹی میں بے شمار فوائد رکھے ہیں کھیت تیار ہوتے ہیں، پھل پکتے ہیں، باغ تیار ہوتے ہیں اگر یہ مٹی نہ ہوتی، چٹیل میدان پہاڑ پتھر ہی پتھر ہوتا تو یہ فوائد نہ مل سکتے، مکانوں کی تیاری کیسے ہوتی، اگر یہ زمین سلور پیتل لوہے کی ہوتی تو یہ سارے فوائد نہ مل سکتے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا: آپ ایمان والوں سے کہیئے وہ ان لوگوں سے در گزر کریں جو اللہ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے تاکہ انہیں کیئے کا بدلہ دے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، غزوۂ بنو المصطلق کے موقعہ پر مسلمانوں نے ایک کنوئیں کے قریب قیام کیا، عبداللہ بن ابی نے اپنے غلام کو بھیجا کہ وہ وہاں سے پانی لائے۔[1]

1 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب احادیث امامۃ الباھلی الرقم 1228 ص 452/2

غلام آیا اُسے دیر ہو گئی عبداللہ نے پوچھا اتنی دیر کیوں ہوئی، غلام نے کہا وہاں عمر کا غلام بیٹھا ہے جو کہتا ہے جب تک حضور ﷺ کی مشکیں بھر نہ لی جائیں کسی کو پانی نہیں دیا جائے گا یہ سن کر عبداللہ نے گستاخانہ انداز اختیار کیا، عمر فاروق تلوار لے کر عبداللہ کی طرف چلنے لگے تو یہ آیہ نازل ہوئی کہ صبر کریں۔

آیہ مبارکہ میں:

''یتفکرون''

کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں پر غور و فکر کیا جانا چاہیئے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی عظمت، جنت اور دوزخ میں ایک ساعت فکر کرنا، ایک رات کے قیام سے افضل ہے۔[1]

دوسری حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: مخلوق میں غور و فکر کرو خالق میں غور و فکر نہ کرو کہ تم اس کی قدر کا اندازہ نہیں کر سکتے۔[2]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت اور نبوت عطا کی اور ہم نے انہیں پاکیزہ رزق دیا اور انہیں اپنے زمانے کے لوگوں پر بزرگی عطا کی (۱۶) اور انہیں دین کے مطالعہ میں واضح دلائل دیئے پس انہوں نے آپس میں جھگڑنا شروع نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ انہیں علم آگیا (یہ جھگڑا) محض حسد و عناد کی بنا پر تھا، بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا جس میں اختلاف کرتے تھے (۱۷)

---

1 علی بن حسام الدین (المتوفی 975ھ)، کنز العمال، باب الفصل الثانی فی تعدید الرقم 5712 ص 107/3

2 اسماعیل بن مصطفی (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 440/8

## بنی اسرائیل پر انعامات

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے، انہیں جو نعمتیں عطا کی گئی ان میں دینی نعمتیں بھی ہیں اور دنیاوی بھی، انہیں کتاب کا عطا کرنا دینی نعمت ہے، بنی اسرائیل میں نبوت کا ہونا دینی نعمت ہے، حکومت کا عطا کرنا دینی نعمت ہے حکم سے مراد علم بھی ہے حکم سے مراد حکمت بھی ہے حکم سے مراد مقدمات میں فیصلوں کی صلاحیت بھی ہے، دنیا کی نعمتوں سے مراد پاک طیب رزق ہے، اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیوی انعامات سے بھی بہت نوازا، فرعون کے محلات، باغ، زمین، اموال کا وارث بنا دیا، پھر میدان تیہ میں ان پر من و سلویٰ نازل فرمایا، ان پر دینی انعامات میں ایک بڑا انعام یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے زمانہ کے لوگوں پر شرف و فضل بخشا، ان کے دور میں ان کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ بنی اسرائیل کو یہ بھی بتا دیا گیا کہ آخر الزماں رسول حضرت محمد ﷺ مکہ میں جلوہ گر ہوں گے، چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اعلان کریں گے، مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جائیں گے، ان کے معجزات موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اہم ہوں گے، جب انہیں یہ علم ہو گیا تو پھر بھی انہوں نے اپنی سرکشی سے اختلاف کیا، اگر یہ دلائل و شواہد پر غور کرتے تو ان پر حق واضح ہو جاتا، مگر حسد اور بغض نے انہیں اس طرف نہ آنے دیا اور حضور کی نبوت کو نہ مانا، اور تورات کے اندر حضور کی بشارات کے معانی بگاڑ کر لوگوں کو بتاتے، ان انعامات کے ذکر اور بنی اسرائیل کے انکار کے بعد فرمایا: ہم قیامت کے دن اس کا فیصلہ کریں گے جس کا اختلاف کرتے تھے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ انعامات الٰہیہ پر مغرور ہونا اچھے لوگوں کا کام نہیں۔

" ان ربك يقضى بينهم "[1]

کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے حضور کو تسلی دی جا رہی ہے محبوب! بنی اسرائیل کی آپ سے مخالفت کی وجہ یہ نہیں کہ آپ نے دلائل میں کمی کی ہے کمزوری ہے ایسا ہرگز نہیں ان کی یہ مخالفت محض حب دنیا، حسد اور نفسانیت کے سبب ہے جب انہوں نے حق سے منہ موڑا، سرکشی کی تو فرمایا ان کے اس عمل کی سزا قیامت کو دی جائے گی۔ بنی اسرائیل متعدد فرقوں میں بٹ گئے تھے اس انتشار نے ان کی دینی حیثیت کو برباد کر دیا تھا حضور ﷺ کی نبوت کا انکار محض ضد پر تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الجاثية،45:17

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

صدق اللہ العظیم

پھر ہم نے آپ کو اس دین کی شریعت پر گامزن کر دیا سو آپ اس (شریعت) کی اتباع کیجئے اور جاہل لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں (۱۸) بے شک یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے، اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے حامی ہیں، اور اللہ متقین کا حامی ہے (۱۹) یہ (قرآن) لوگوں کیلئے بصیرت افروز دلائل پر مشتمل ہے اور یقین کرنے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے (۲۰) جن لوگوں نے سر عام گناہ کیئے، کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم ان کی زندگی اور موت کو مومنین اور صالحین کے برابر کر دیں گے، یہ کیسا برا فیصلہ کر رہے ہیں (۲۱)

## دین حق پر استقامت

پچھلی آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کی ضد، ہٹ دھرمی کا ذکر تھا کہ انہوں محض بغض کی بناء پر حضور ﷺ کی مخالفت کی۔ اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو فرمایا جارہا ہے: محبوب! آپ ان کے رویہ سے احتراز کریں اور اپنے دین حق کے ساتھ وابستہ رہیں، ہم نے آپ کو اس دین کی شریعت پر گامزن کر دیا ہے اور اس کے طریقہ پر پکا رکھا ہے، آپ اپنی شریعت کی اتباع کیجئے جاہلوں سے الگ تھلگ رہیں، ان کی طرف دھیان نہ کریں اس آیہ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کے بعد آپ کیلئے شریعت بنائی، آپ خود بھی اس کی اتباع کریں اور لوگوں کو بھی چلائیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے محبوب! جیسے ہم نے آپ کو انبیاء علیہم السلام میں منفرد مقام بخشا سب سے ممتاز کیا ایسے ہی ہم نے آپ کی شریعت کو ممتاز بنایا ہے، اس میں وہ خصوصی احکام ہیں جو پہلی شریعتوں میں نہیں تھے، آپ اس شریعت کی خصوصیات کو سامنے رکھیں اور ثابت قدم رہیں اور دوسروں کی طرف توجہ نہ کریں، اگر آپ کے زمانہ میں موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی آپ کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔ حضور ﷺ کی شریعت کا پاک ممتاز منفرد ہونا اس حدیث پاک سے نمایاں ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں!

(۱) میلوں کی مسافت سے میرا رُعب طاری کر کے میری مدد کی گئی۔

(۲) تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد قرار دیا گیا اور پاکیزگی کا آلہ یعنی تیمّم کا سبب بنا دیا گیا، میری اُمت کا فرد جہاں بھی نماز پڑھے گا ہو جائے گی۔

(۳) اور میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے، مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہ تھا۔

(۴) مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی۔

(۵) ہر نبی کو مخصوص قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔[1]

حضور کی شریعت کے ممتاز ہونے کا عنوان ایک اور حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ان کی کوئی کتاب ملی اور وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں لا کر پڑھنے لگے، آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا: عمر! تمہیں اپنے دین میں شک ہے؟ اللہ کی قسم! میں صاف ستھری شریعت لے کر آیا ہوں۔ آیہ مبارکہ میں جو فرمایا گیا کہ آپ جاہلوں کی پیروی نہ کریں آپ کے ذکر سے آپ کی اُمت مراد ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا اُن کی پیروی کرنا ہے ہی محالات سے، ناممکنات سے آپ اللہ کے عظیم رسول ہیں، معصوم ہیں جن مفسرین نے یہاں حضور ہی مراد لئے ہیں غلطی کی ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا: کفار کی زندگی اور موت مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتی، حدیث شریف میں ہے جب مومن کی روح نکلتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اے پاکیزہ روح! تو نکل آ، تجھے خوشی ہو، رب کے ناراض نہ ہونے کی خوشی ہو، روح نکل آئے گی اُسے آسمان کی طرف عظمت سے لے جایا جائے گا۔[2]

کافر کی روح سے کہا جائے گا اے خبیث روح نکل اس حال میں نکل تیری مذمت کی جا رہی ہے۔

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب کتاب التیمم الرقم335ص74/1
احمد بن شعیب (المتوفی303ھ)، سنن نسائی، باب التیمم الرقم432ص209/1
مسلم بن حجاج (المتوفی261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب کتاب المساجد و مواضع الصلواۃ الرقم521ص370/1

2 محمد بن یزید (المتوفی273ھ)، السنن ابن ماجه، باب با الذکر الموت والا استعداد الرقم4262ص1423/2
احمد بن حنبل (المتوفی241ھ)، مسند احمد، باب مسند ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ الرقم8769ص377/14

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مومن کی روح نکلتی ہے تو خوشبو ہوتی ہے، فرشتے خوشی خوشی اُسے اوپر لے جاتے ہیں۔[1]

حضرت براءؓ فرماتے ہیں: مومن کی روح اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشک سے پانی کے قطرے نکلتے ہیں اور کافر کی روح اس طرح نکلتی ہے جس طرح لوہے کی سلاخ بھیگی ہوئی اُون سے نکلتی ہے۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾

صدق اللہ العظیم

اور اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کے حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کام کا بدلہ دیا جائے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۲۲) پس کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، پس اللہ کے بعد اس کو کوئی ہدایت دے سکتا ہے تو کیا؟ تم نصیحت قبول نہیں کرتے (۲۳) اور انہوں نے کہا ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے ہم (اسی دنیا میں) مرتے اور جیتے ہیں، اور ہمیں صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس کا کچھ علم نہیں، نہیں وہ مگر یقین رکھتے (۲۴)

---

1 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار الرقم 2872 ص 4/2202

2 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، السنن ابوداؤد، باب فی المسالۃ فی القبر وعذاب القبر الرقم 4753 ص 4/239

احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب حدیث البراء بن عازب الرقم 18534 ص 30/499

# زمین وآسمان کی پیدائش کی حکمت

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے کی حکمت کو بیان فرمایا ہے، اور وہ حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اور اس کی صفت رحم کا اظہار ہو۔ کفار کو جو ان کے گناہوں کی سزا دے گا یہ اس کا عدل ہے اور ایمانداروں پر جو عنایات کی بارش ہو گی یہ اس کا فضل ہے، اسی لئے فرمایا گیا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اگلی آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا نہیں جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے، کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے ہم کسی کام کو کرتے ہیں مگر یہ علم بھی ہوتا ہے کہ یہ کام اللہ کو پسند نہیں پھر بھی ہم اپنی خواہش کی اتباع کرتے وہ کام کر لیتے ہیں، ہمارا یہ انداز اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں اپنی خواہشات کی اتباع ہے، صبح و شام ہماری یہ عادت خدا سے بغاوت ہے اور نفس کی اطاعت ہے۔ تمام لوگ جو معبودان باطل کے پرستار ہیں وہ سب اس مرض میں مبتلا ہیں جس شخص نے علم کے ہوتے ایسے کہا ہے کہ جانتا تھا یہ کام اللہ کو پسند نہیں پھر کیا ہے اس شخص نے علم کے ہوتے ہوئے گمراہی کو اختیار کیا ہے تو اللہ نے اس کے اندر گمراہی پیدا کر دی ہے، اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی اور پرہیزگاری کو قبول نہیں کرے گا اور جب اسے اختیار دیا جائے گا تو وہ ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کا اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے گمراہی کو حق دار کر دیا اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس کی روح کا جوہر نیکی اور تقویٰ کو قبول کرے گا وہ نہ صرف نیک ہو گا بلکہ دوسروں کو بھی نیک بنائے گا اور دین کی راہ میں ہر قسم کی مصیبت برداشت کرنے کو سعادت سمجھے گا۔ کفار کے کان اور دل پر مہر لگانے کا معنی یہ ہے ان کے کان ایسے بنادیئے ہیں کہ وہ نصیحت کو قبول نہیں کرتے، دل پر مہر لگانے کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور نشانیوں پر غور نہیں کرتے، آنکھوں پر پردہ ہے

''غشاوۃ''

وہ پردہ ہے جو آنکھوں کو ڈھانپ لے اور دیکھنے سے مانع ہو۔ [1]

اس آیہ پاک کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ کانوں پر مہر کا یہ معنی ہے کہ اس مہر نے نبی کریم ﷺ کے

---

1 الجاثیۃ،45:32

خطاب سننے سے محروم رکھا، دل پر مہر کا معنی یہ ہے کہ حضور نے خطاب کو سمجھنے سے دور رکھا، آنکھوں پر پردہ کا یہ معنی ہے کہ آپ کے حسن و جمال کے دیدار سے محروم رکھا۔ حضور ﷺ کے کلام کو سننا آپ کے جمال کو دیکھنا اللہ کی عظیم نعمت ہے، جس سے کفار کو محروم رکھا گیا آپ کے ارشادات سننے، عمل کرنے اور چہرۂ انور دیکھنے اور فیض حاصل کرنے کیلئے صحابہ کرام کی ذوات قدسیہ تھیں، اس سعادت سے کفار محروم رہے۔

''وقالوا ما ھی''

کے ارشاد میں کفار کی ایک اور بے ہودگی کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری موت وحیات کا مسئلہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے کسی ذات سے وابستہ نہیں وجود خداوندی کے منکروں کو دہریئے کہا جاتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کر رہے ہین ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، محض شک و شبہات میں مبتلا ہیں۔[1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ صدق اللہ العظیم

اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی (جوابی) دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ تم ہمارے (مرے ہوئے) باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو (۲۵) آپ کہئے اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے پھر وہی تم پر موت طاری کرے گا پھر قیامت کے دن تم سب کو جمع فرمائے گا جس دن کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۲۶) اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت ہے، اور جس روز قیامت قائم ہو گی، اس دن باطل پرست سخت خسارے میں ہوں گے (۲۷) اور آپ دیکھیں گے کہ ہر جماعت گھٹنوں کے بل گری ہو گی ہر جماعت کو اس کے صحیفۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا (ان سے کہا جائے گا) آج تمہیں ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے (۲۸)

1 الجاثیۃ،45:32

## موت وحیات کا معیار حقیقی

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک اور قبیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جب ان کے سامنے وہ آیات مقدسہ پڑھی جاتی ہیں جن میں مرنے کے بعد قیامت کو جی اُٹھنے کا ذکر ہوتا ہے تو ان آیات مبارکہ کے جواب میں وہ صرف یہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے بابا دادا کو اٹھالاؤ، ان کی یہ دلیل تھی مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے اگر ابھی تک ان کے مرے ہوئے باپ دادا زندہ نہیں ہوئے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ آخرت میں بھی نہیں ہوں گے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں ہمیں تو دھر ہی ہلاک کرتا ہے زمانہ ہی ایک ایسی شے ہے جس سے بندے کی موت وحیات وابستہ ہے، محبوب! آپ کہہ دیجئے اللہ ہی تمہیں زندہ رکھتا ہے وہی تم پر موت لائے گا اور پھر قیامت کے دن جمع کرے گا جس دن کے واقع ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں مگر اکثر لوگ جانتے نہیں۔ جب اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو جو ذات پہلی بار سب چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ دوبارہ بھی سب چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے، اور اللہ ہی کیلئے آسمانوں زمینوں کی حکومت ہے اور جس دن قیامت قائم ہو گی اس دن باطل پرست خسارے میں ہوں گے۔

''وللّٰہ مُلْکُ السموات''

کے ارشاد میں بھی قیامت کے قائم ہونے اور حشر ونشر کے واقع ہونے پر دلیل ہے، جب زمین وآسمان پر اُسی کی حکومت ہے تو وہ جیسے ان سب چیزوں کے بنانے پر قادر ہے ایسے ہی فنا کرنے پر بھی اور پھر ایسے ہی دوبارہ بنانے اٹھانے پر بھی قادر ہے۔[1]

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا کہ کفار قیامت کو خسارے میں ہوں گے، تاجر کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ اصل پونجی دولت بھی ضائع ہو جائے ایسے ہی قیامت کے دن کفار کی جسمانی دولت صحت حیات قوت بدن زائل ہو جائے گی اور آخرت کو عذاب دیا جائے گا۔ قیامت کے دن کی ہیبت کو اس طرح فرمایا گیا کہ اس دن ہر اُمت جس میں مومن بھی ہوں گے اور کافر بھی خوف ودہشت سے گھٹنوں کے بل بیٹھی ہو گی اور منتظر ہو گی کہ اس کے ساتھ

---

1 الجاثیۃ،45:27

معاملہ کیا کیا جائے گا، قیامت کے دن پہلے مرحلہ میں اس خوف میں مومن بھی شامل ہوں گے دوسرے مرحلہ میں جب شفاعت کبریٰ ہوگی اور مجرموں کو مومنوں سے الگ کر دیا جائے گا اس وقت مومن مطمئن ہوں گے۔

اس عنوان کو قرآن مقدس نے سورۃ عبس کے اندر اس طرح ذکر فرمایا ہے،اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور بہت سے چہرے اس دن گرد آلود ہوں گے ان پر سیاہی چڑھی ہوگی وہی لوگ کافر و بدکار ہوں گے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا
نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ
رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا
قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا
قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا
نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ صدق الله العظيم

یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تمہارے متعلق حق بیان کر رہا ہے تم جو کچھ بھی کرتے تھے ہم (اس کو) لکھتے رہتے تھے (۲۹) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیئے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، یہی واضح کامیابی ہے (۳۰) اور جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا) کیا تمہارے سامنے میری آیات نہیں پڑھی جاتی تھیں تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے (۳۱) اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے، ہم محض گمان کرتے تھے اور ہم یقین کرنے والے نہ تھے (۳۲)

## کفار کی یوم قیامت حالت

اس آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں سے کہا جائے گا: یہ ہمارا لکھا ہوا صحیفہ اعمال تمہارے خلاف شہادت دے رہا ہے اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ برحق ہے کسی شے کی کمی یا زیادتی نہیں، دنیا میں تم جو کچھ کرتے تھے اچھا یا بُرا وہ سب کچھ درج ہے۔ فرشتے ہمارے حکم سے اُسے لکھ لیتے تھے، ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ

اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور یہ واضح کامیابی ہے، کامیابی سے مراد اس کی جنت ہے کہ جنت میں ایمانداروں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا، اور اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں۔

اگلی آیہ کریمہ میں کفار کی حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان سے کہا جائے گا: کیا تمہارے سامنے میری آیات نہیں پڑھی جاتی تھیں اور تم نے تکبر کیا، رہی یہ بات کہ اگر کسی دور دراز علاقہ میں رہنے والوں کے سامنے آیات نہ پڑھی گئیں تو ان کا معاملہ کیا ہو گا بظاہر یہی ہے ان پر گرفت نہیں ہو گی اور اللہ انہیں اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا اور یہ لوگ معذور ہیں ایسے ہی وہ شخص جو دیوانہ ہو اور احکام شرعیہ پر عمل نہ کر سکا یا کوئی اپنی بیماری لاچاری کے سبب احکام بجانہ لاسکا ایسے لوگوں کے متعلق اللہ کی رحمت سے اُمید ہے بخش دیئے جائیں گے۔

کفار کی ایک حالت کو بیان فرمایا گیا کہ جب تمہیں کہا جاتا تھا، اللہ کا وعدہ حق ہے قیامت قائم ہو گی تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟ ہم محض گمان کرتے تھے اور یقین نہ کرتے تھے۔ پہلی آیہ مبارکہ میں ذکر ہے: وہ آخرت کا کھلا انکار کرتے تھے اور یہاں کفار کے اس گروہ کا ذکر ہے جو اس کا یقین نہیں رکھتے تھے اگرچہ گمان کی حد تک قائل تھے اگرچہ بظاہر ان دو گروہوں میں بڑا فرق محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ انجام کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، یہ دونوں گروہ جو ایک جو قیامت کا قائل ہی نہیں دوسرا جو وقوع کا گمان کرتا ہے یہ دونوں اللہ کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ آخرت کا یقین ہی ایک ایسا عمل ہے جو آدمی کے بدلہ کو درست رکھ سکتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو شک اور انکار دونوں کا انجام ایک جیسا ہی ہے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا
نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا
لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا
يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ

اور ان کے (تمام) کاموں کی برائیاں اُن پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس (عذاب) کا مذاق اُڑاتے تھے وہ ان کا احاطہ کرے گا (۳۳) اور (ان سے) کہا جائے گا آج ہم تمہیں اس طرح فراموش کر دیں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مدد گار نہیں (۳۴) یہ سزا اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو

الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾



مذاق بنا لیا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا، پس آج وہ دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے اور نہ اُن سے (اللہ کی) رضاجوئی طلب کی جائے گی (۳۵) پس اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جو تمام آسمانوں کا رب ہے اور تمام زمینوں کا رب ہے اور تمام جہانوں کا رب ہے (۳۶) اور اسی کیلئے آسمانوں اور زمینوں پر بڑائی ہے اور وہی بہت غالب بے حد حکمت والا ہے (۳۷)

## قیامت میں مجرمین کی صورتیں

اس آیہ مبارکہ میں ہے کفار کے دنیا میں کیئے گئے برے کاموں کی ڈراؤنی صورتیں ہوں گی جنہیں وہ اچھا سمجھ کر کرتے تھے، قیامت کے دن ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ وہ کام برے تھے ان کے کیئے ہوئے کاموں سے مراد شرک اور کفر ہے اور وہ گناہ ہیں جن کی طرف مائل رہتے تھے اور ان برے کاموں میں وہ لذت محسوس کرتے تھے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کے حرام کام خنزیر کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور حرص چوہے کی شکل میں ظاہر ہو گی اور شہوت گدھے کی صورت میں، لواطت (لڑکوں سے برائی) ہاتھی کی صورت میں، سازش لومڑی کی صورت میں اور کینہ اونٹ کی شکل میں، اذیت سانپ اور بچھو کی شکل میں اور کھیل کود اُلو کی شکل، میں ریاکاری کو ے کی شکل میں ظاہر ہو گی۔ ان جرائم کی سزا میں جو انہیں عذاب دیا جائے گا وہ ان کا احاطہ کرے گا۔[1]

اُن سے کہا جائے گا آج ہم تمہیں اس طرح بھلا دیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا، آیہ مبارکہ میں جو ذکر ہے ہم تمہیں بھلا دیں گے یہ نسبت جو اللہ کی طرف ہے اس کا معنی یہ ہے ہم تمہیں دوزخ کے عذاب میں مبتلا کر دیں گے، انہوں نے دنیا کی کھیتی میں نسیان کا بیج ڈالا تھا اور آخرت میں اس کا پھل بھی نسیان کی صورت میں پالیا، انہیں دوزخ میں ڈال دیا اور پھر ان کی چیخ و پکار پر کوئی توجہ نہیں فرمائی جیسے مومنوں کا ٹھکانا جنت بنایا ایسے ہی کفار کا ٹھکانا جہنم بنا دیا، مومن جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور کفار و مشرکین جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

1 اسماعیل بن مصطفیٰ (المتوفی 1127ھ)، تفسیر روح البیان، ص 458/8

کفار سے کہا جائے گا: تمہیں یہ سزا اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور دنیا کے اعمال کا تم سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اس سورۃ کی آخری آیہ میں فرمایا گیا اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جو تمام آسمانوں زمینوں کا رب ہے اور سارے جہانوں کا رب ہے بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس سورۂ جاثیہ کا اختتام اللہ کی حمد و تعریف پر ہوا، اسی کے پیش نظر اللہ رب العزۃ کا بے حد شکر ہے جس نے اس کمزور ناتواں اور عاجز بندے کو ترجمہ لکھنے اور مختصر سادہ عام فہم تفسیر لکھنے کی سعادت سے نوازا، خدا کرے زندگی ختم ہونے سے پہلے باقی پانچ پارے بھی مکمل ہو سکیں۔ (آمین)

وَصلّٰى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ